ابنِ صفی

جلد نمبر
29

جاسوسی دنیا

88- پرنس وحشی

89- بیچارہ بیچاری

90- اشاروں کے شکار

جاسوسی دنیا نمبر 89

بیچارہ بیچاری

(مکمل ناول)

پیشرس

لیجئے بیچارہ بیچاری بھی حاضر ہے! ہمیشہ زندہ رہنے والے اَدب میں ایک کہانی کا مزید اضافہ ہوا۔

یہ ادب ہمیشہ اسلئے زندہ رہتا ہے کہ اسکا تعلق براہِ راست Instinct of Curiosity سے ہے۔ تجسس کی جبلت مرتے دم تک زندہ رہتی ہے۔ آدمی اس وقت بھی متجسس رہا ہے جب وہ غریب اپنی اس جبلت کو کوئی مخصوص نام دینے کا سلیقہ نہیں رکھتا تھا۔

اگر یہ غلط کہہ رہا ہوں تو وہ پروفیسر صاحبان ہی اس کی تصدیق کر دیں، جو چھپا چھپا کر جاسوسی ناول پڑھا کرتے ہیں، لیکن اگر کسی نشست میں کسی کی زبان پر جاسوسی ناولوں کا تذکرہ بھی آجائے تو اس طرح ناک بھوں سکوڑتے ہیں جیسے اُس نے خواتین کے مجمع میں "مغلظات" شروع کر دی ہوں۔

اَدب کی زندگی یا موت کا پیمانہ آدمی ہے لہٰذا آدمی کی مختلف قسم کی صلاحیتوں کے انحطاط کے ساتھ ہی مختلف قسم کے ادب کا بھی تیاپانچہ ہوتا رہتا ہے۔ بہتیرے لوگوں کو جوانی کی بداعمالیوں کی یہ سزا ملتی ہے کہ وہ بڑھاپے میں صوفی ہو جاتے ہیں۔ چلئے صاحب ختم ہوئیں پرشباب قسم کی گرما گرم کہانیاں۔ اب وہ مذہبی کتب کی تلاش میں سرگرداں نظر آئیں گے یا پھر ایسی کتابیں ٹٹولتے پھریں گے جو انہیں "مجاز" سے حقیقت تک پہنچا دیں (جوانی میں چلتے تو ہیں مجاز ہی کے سہارے لیکن حقیقتاً جنسی ناکارگی تک جا پہنچتے ہیں)۔

اب ذرا "سماجی مسائل" پیش کرنے والے اَدب کو بھی دیکھتے چلئے۔ اس کے متعلق بھی یہی خوش فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے، لیکن جہاں سے سماجی مسائل پیش کرنے والے اَدب کی تحریک شروع ہوئی تھی وہاں کا حال بھی سن لیجئے۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے یہ خبر سننے میں آئی کہ روس میں میر امّن کی "باغ و بہار" ترجمہ ہوکر کروڑوں کی تعداد میں بک گئی.... سخت حیرت ہوئی سن کر.... بھلا الیا اہرن برگ کے وطن مالوف میں یہ حادثہ کیونکر ہوا.... مایو کرفسکی کے دیس میں چاسر کی کینٹر بری ٹیلس کو کیونکر مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابھی حال ہی میں ایک روسی فلم "دی سیکرٹ فورٹ" دیکھ کر سر پیٹ لینا پڑا تھا۔ بچوں کی تعلیم کے بہانے یار لوگ "طلسم ہوشربا" فلمانے پر اُتر آئے ہیں جسے آٹھ سال سے اسی سال تک کے بچے دیکھتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں۔

ہاں تو میں عرض کررہا تھا کہ تجسس کی جبلت مرتے دم تک قائم رہتی ہے کچھ نہیں تو مرنے والا یہی سوچنے لگتا ہے کہ دیکھیں اب دم نکلنے کے بعد کیا ہوتا ہے، اس لئے اس جبلت کی تسکین فراہم کرنے والا اَدب بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔

لاحول ولا قوۃ میں بھی کتنی غلط باتیں کرنے بیٹھ گیا.... نہیں بابا یہ آفاقی اَدب ہرگز نہیں ہے، جسے ہم پیار سے جاسوسی ادب بھی کہتے ہیں.... زندہ رہنے والا ادب تو وہ تھا جو قحط بنگال کے زمانے میں اُسی موضوع پر پیش کیا گیا جسے آج کوئی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، زندہ رہنے والا ادب وہ تھا جو ۴۷ء کے فسادات کے دوران میں اُسی موضوع پر پیش کیا گیا اور جو اَدب دور سے بھی نظر آجائے تو پڑھنے والے ناک کم اور بھوں زیادہ چڑھاتے ہیں (ویسے ذرا سے ہیر پھیر سے یہ موضوعات بھی آفاقی ادب کے شاہکار بن

سکتے تھے۔ بس اتنا کرنا پڑتا کہ ان کی تباہ کاریاں بیان کرنے کی بجائے ان کے اسباب و علل پر جاسوسی ناول لکھ دیئے جاتے اِلا ماشاءاللہ)

خیر.... چھیڑ خوباں سے تو چلتی ہی رہے گی غالبؔ۔ اب آیئے.... کام کی باتوں کی طرف ڈیڑھ متوالے آپ نے پڑھا۔ شکریہ۔ (خواہ پسند آیا ہو یا ناپسند کیا گیا ہو)۔

اکثر پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ آخر میں ''معاملہ زور دار نہیں رہا'' یعنی ایسے کینڈے کا مجرم یوں زہر کھا کر چپ چپاتے مر گیا۔ نہ کچھ ٹھائیں ٹھوئیں اور نہ دھوم دھڑ کا۔

بھائی سنئے.... جاسوسی ناول کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ انجام قاری کی توقعات کے خلاف ہو۔ مانتے ہیں لیجیئے اب آپ فرما رہے ہیں کہ وہ جاسوسی ناول تھا ہی کب؟ چلئے تسلیم کہ وہ ایک نفسیاتی ناول تھا (کسی قدر ایڈونچر کے ساتھ) لیکن پھر کہوں گا کہ ناول کا انجام کہانی کی اٹھان اور اُس کے خاص کردار (ہمبگ) کے کردار کے مطابق خاصا **Justified** رہا۔ دیکھئے نا وہ شخص جو خود کو ساری دنیا کا بادشاہ کہتا تھا اس طرح اپنے ہی ہاتھوں اتنی بے بسی کے ساتھ موت کی گود میں جا سویا... عبرت پکڑیئے عبرت... اس سے زیادہ ''زور دار معاملہ ''اور کیا ہوتا۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے پیش رس میں ''بالصواب'' کو ''بالثواب'' لکھا تھا جو غلط ہے گذارش ہے کہ وہ غلط نہیں تھا بلکہ کاتب صاحب ''واللہ اعلم بالثواب'' کے داوین کھا گئے تھے.... دیکھئے نا جس بات کے سلسلے میں میں نے یہ لکھا تھا وہ عذاب اور ثواب ہی کے معاملات سے تعلق رکھتی تھی۔ پھر میں موقع سے فائدہ اٹھا کر ''بالصواب'' کو ''بالثواب'' کیوں نہ کر دیتا۔

کچھ دوستوں نے ڈیڑھ متوالے پڑھ کر خیال ظاہر کیا ہے کہ میں کسی قدر "مائل بہ عریانی" ہو گیا ہوں.... خیال ہے اُن کا.... ایسا ہرگز نہیں ہوا.... ویسے جنسیت سے دامن بچانا ناممکن ہے کوئی بھی اس سے کترا کر نکل ہی نہیں سکتا۔ البتہ کچھ "مادر پدر آزاد" ہو جاتے ہیں اور کچھ کسی قدر "ملفوف" ہو کر اسکے قریب سے گذرتے ہیں، مثلاً مرزا غالب فرماتے ہیں۔

نیند اُس کی ہے دماغ اُس کا ہے راتیں اُس کی ہیں
جس کے شانوں پر تری زلفیں پریشاں ہو گئیں

کیا فرمایا ہے انکل غالب نے؟ غالباً آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ کسی قسم کی عبادت کے دوران میں کسی کی زلفیں کسی کے شانوں پر پریشان نہیں ہوتیں۔ بس تو پھر ڈیڑھ متوالے میں پائے جانیوالے جنسی Toueres بھی اس قبیل کی چیز ہیں۔ آپ انہیں فحاشی نہیں کہہ سکتے اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر انکل غالب کا یہ شعر بھی قطعی فحش ہے اور اس قابل ہے کہ اسے سرکاری طور پر اُن کے دیوان سے خارج کر دیا جائے۔

ہو سکتا ہے کہ زیرِ نظر ناول "بیچارہ بیچاری" پر بھی یہی الزام آئے لیکن موضوع کے کچھ اہم ترین تقاضے بھی ہوا کرتے ہیں۔ انہیں پورا کئے بغیر نہ تو کہانی میں جان پڑتی ہے اور نہ موضوع ہی کے ساتھ پورا پورا انصاف ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر میں لاہور کی کسی "بہشتی گلی" کی کہانیاں لکھنے بیٹھوں اور آپ صرف عنوان ہی دیکھ کر اندازہ کر لیں کہ اس میں یقینی طور پر "علمائے کرام" کے تذکرے ہوں گے تو اس میں میرا کیا قصور!.... میں تو وہی لکھوں گا، جو کچھ اُس "بہشتی گلی" میں ہوتا ہے (عقل سخت حیران ہے کہ اُس گلی کو بہشت سے کیا علاقہ! اہالیان لاہور مجھے سمجھائیں، ویسے اگر بہشتی سے مراد سقہ ہے تو پھر ٹھیک ہی ہے، لیکن کافی گھماؤ پھراؤ کے بعد)۔

بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ موضوع کی مناسبت سے کبھی کبھی اسپ خامہ کی باگیں ڈھیلی چھوڑنی ہی پڑتی ہیں.... رہی جنسی تلذذ کی بات تو وہ یار لوگ اکثر مذہبی کتب سے بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ خود مجھ سے ایک بار ایک صاحب نے دانت پر دانت جما کر بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔ ”صفی صاحب.... آپ نے بہشتی زیور میں غسل کا بیان بھی پڑھا ہے؟“

ویسے میں تو اپنی دانست میں حتیٰ الامکان یہی کوشش کرتا ہوں کہ اگر میری کتابیں افراد خاندان کے مجمع میں کوئی برخوردار بلند آواز سے بھی پڑھنا شروع کریں تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو۔

ایک صاحب نے ابھی حال ہی میں میرے ایک ناول ”گیتوں کے دھماکے“ پر اعتراض کیا ہے، انہیں اُس میں حمید صاحب کا طوائفوں کے کوٹھے پر جانا پسند نہیں آیا۔ گذارش ہے کہ میں حمید کو نہ صرف منع کردوں گا بلکہ ہوسکتا ہے دوچار ہاتھ بھی جھاڑ دوں۔ آپ مطمئن رہئے۔ اب برخوردار حمید سلمہ، ہرگز ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

لیکن جناب حمید کی خود نوشت داستان ”ٹھنڈی آگ“ شائد آپ نے نہیں پڑھی۔ اُسے پڑھئے تب ہی اندازہ ہوسکے گا کہ حمید کبھی کبھی اس طرح بہک جایا کرتا ہے اُس بیچارے نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ وہ بہت بدچلن آدمی تھا۔ شرافت کا جامہ تو اُسے آپ کے فریدی صاحب نے پہنایا ہے۔

اچھا اب اجازت دیجئے۔

والسلام

ابن صفی

۲۱؍دسمبر ۱۹۶۳

کہاں گئی

اب تو شیلا بڑی الجھن میں گرفتار ہو گئی تھی۔ کیونکہ اندھیرا پھیلنے لگا تھااور منزل تھی کہ نظر آنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ شیلا کا خیال تھا کہ وہ راستہ بھٹک گئی ہے جس موڑ سے کچے راستے پر مڑنا تھااُس کی بجائے کسی دوسرے موڑ سے گاڑی موڑ دی گئی تھی۔

نسرین کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچنے کے لئے خود نسرین کے قول کے مطابق زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے صرف ہوتے۔ لہٰذا اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا تھا کہ وہ راستہ بھٹک گئی ہے، لیکن اس کا احساس ہو جانے کے باوجود بھی وہ واپسی کے لئے گاڑی موڑ نہیں سکتی تھی.... یہ راستہ ہی ایسا تھا! دونوں طرف سرکنڈوں کی گھنی جھاڑیاں تھیں، اور چوڑائی اتنی بھی نہیں تھی کہ مخالف سمت سے آنے والی کسی دوسری گاڑی کو نکل جانے کا راستہ دیا جاسکتا۔ شیلا سوچ رہی تھی کہ اگر سامنے سے کوئی بیل گاڑی ہی آگئی تو کیا ہو گا۔ امکانات تھے کیونکہ یہ کچا راستہ بناوٹ کے اعتبار سے بیل گاڑیوں ہی کی گذرگاہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کہیں آگے چل کر گاڑی دھول میں نہ پھنس جائے۔

اگر صرف سرکنڈوں کی جھاڑیاں ہی ہوتیں تو وہ کسی نہ کسی طرح گاڑی موڑنے کی کوشش کر ہی ڈالتی لیکن مصیبت تو یہ تھی کہ یہ جھاڑیاں دو یا ڈھائی فٹ اونچی مینڈھ پر اُگی ہوئی تھیں۔

بہر حال وہ تن بہ تقدیر آگے ہی بڑھتی رہی۔ پٹرول کی طرف سے خدشہ نہیں تھا کیونکہ گھر ہی سے ٹنکی بھر کے نکلی تھی۔ چلتے وقت والدین نے کہا تھا کہ ڈرائیور کو بھی ساتھ لے جاؤ لیکن

اُس نے انکار کر دیا تھا۔

نسرین اُس کی کلاس فیلو اور جنک پور کے جاگیر دار راجہ شمس العارفین کی لڑکی تھی۔ اُس نے شیلا کو کچھ دن جاگیر پر گذارنے کی دعوت دی تھی.... اور شیلا اب بور ہو رہی تھی کہ اُس سے ایسی حماقت کیوں سرزد ہوئی۔

گاڑی کے ہیڈ لیمپ روشن کرتے ہوئے اُس نے رفتار بھی بڑھا دی۔

سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا.... لیکن ایک کوفت سے تو جلد ہی نجات مل گئی.... اب کچا راستہ ایک پختہ سڑک سے آملا تھا.... اس نے گاڑی دائیں جانب موڑ دی۔

اب تو پوری طرح یقین ہو گیا تھا کہ وہ غلط راستے پر آنکلی ہے۔ کیونکہ نسرین کے بتائے ہوئے پتہ کے مطابق صحیح راستہ کسی پختہ سڑک کی بجائے امرودوں کے ایک بہت بڑے باغ کے سرے پر ختم ہوتا۔

کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے کار سڑک سے اُتار کر روک دی اور سوچنے لگی اب کیا کرے.... کیا اُسی راستے سے واپس جائے جس سے یہاں تک پہنچی ہے، وہ سوچ رہی تھی کہ مخالف سمت سے آتی ہوئی کسی گاڑی کی روشنی اُس کی کار پر پڑی اور وہ دروازہ کھول کر نیچے اُتر آئی.... اور داہنا ہاتھ اٹھا کر آنے والی گاڑی کو روکنے کا اشارہ کیا.... دوسری کار اُس کے قریب ہی آکر رکی۔ بریک چرچرائے۔

"مم.... میں راستہ بھول گئی ہوں...." شیلا نے کہا۔

"آپ کہاں جانا چاہتی ہیں۔" کار کے اندر سے بہت ہی نرم اور مہذب لہجے میں پوچھا گیا۔ آواز مردانہ تھی۔

"میں جنک پور کے راجہ شمس العارفین کے یہاں جانا چاہتی تھی۔"

"آپ غلط راستے پر آگئی ہیں۔" اندر سے کہا گیا۔

"پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"کیا بتاؤں.... یہاں سے تو بہت پیچیدہ راستے سے پہنچ سکیں گی آپ.... اگر بتا بھی دیا جائے تو یقین ہے کہ آپ پھر بھی بھٹکتی پھریں گی۔"

"اُوہ.... تو پھر....!"

"چلئے میں آپ کو پہنچادوں۔"

"بہت بہت شکریہ جناب! لیکن آپ کو تکلیف ہو گی۔"

"فکر نہ کیجئے۔" ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔

پھر وہ کار دوبارہ اُسی سمت موڑ دی گئی جدھر سے آئی تھی اور اندر سے آواز آئی۔ "میرے پیچھے آیئے۔"

"بے حد شکریہ جناب۔" شیلا نے کہااور اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اور دونوں کاریں لحہ بہ لحہ بڑھتے ہوئے اندھیرے میں گم ہو گئیں۔

سارجنٹ حمید ٹوئیسٹ ناچ ناچ کر بُری طرح تھک گیا تھا.... حالانکہ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ٹوئیسٹ اپنے یہاں پوری طرح رائج نہیں ہوا تھا.... دو چار بڑے ہوٹلوں یا نائٹ کلبوں میں خصوصی پروگرام کے تحت کبھی کبھی اس کا بھی ایک آدھ راؤنڈ چل جاتا تھا.... لیکن آج کا پروگرام تو محض ٹوئیسٹ ہی پر مشتمل تھااور نتیجہ تھا تاؤ بازی کا.. کسی نے حمید کو چیلنج کردیاتھاکہ وہ متواتر دو گھنٹے تک ٹوئیسٹ نہیں ناچ سکتا۔ ہائی سرکل نائٹ کلب امتحان گاہ ٹھہرا تھا جس کا منیجر تو ہرگز اس پر آمادہ نہ ہوتا (کیونکہ اُس کی نئی محبوبہ سارجنٹ حمید میں بہت زیادہ دلچسپی لینے لگی تھی) لیکن وہ حمید سے ڈرتا بھی تھالہٰذاکان دباکر اعلان کرناپڑاکہ فلاں شب ٹوئیسٹ کاایک مقابلہ منعقد ہو گا۔

"آرکسٹرا نے متواتر دو گھنٹے تک ٹوئیسٹ بجانے سے انکار کر دیا تھا.... منیجر خوش تھا کہ چلو پیچھا چھوٹا.... لیکن حمید نے فوراً ہی دو گراموفون کی تجویز پیش کردی۔ منیجر نے پھر ہاتھ پیر مارے.... نئی محبوبہ جو گفتگو کے دوران میں وہیں موجود رہی تھی حمید کی طرفداری پر اُتر آئی بلکہ کہنے لگی۔ "میں ان حضرت کوراضی کرلوں گی بشرطیکہ آپ میرے پارٹنر بننا منظور کرلیں کیپٹن....!"

"یعنی کہ.... کیا مطلب....!" منیجر غصیلے لہجے میں بولا۔

"یعنی یہ مطلب.... ڈارلنگ آف مائی ہارٹ.... کہ مس فدیلی میری ہم رقص بنیں گی۔" حمید نے بڑی شرافت سے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں....؟" فدیلی نے آنکھیں نکالی تھیں۔

"کک کیسے ممکن ہے۔"

"بالکل ممکن ہے.... ڈیئر....!"

"یعنی تم ان کے ساتھ ناچو گی۔"

"اچھا چلو.... تم ہی تیار ہو جاؤ۔"

"مم.... میں.... یعنی کہ میں.... لاحول ولا قوۃ.... بقول شاعر....!"

"ہو گیا نا.... لاحول ولا قوۃ.... پھر؟"

حمید کچھ نہیں بولا تھا۔ اُن کی گفتگو میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھا۔ بہر حال کافی بک جھک کے بعد تصفیہ ہو گیا تھا کہ فدیلی ہی حمید کی پارٹنر بنے گی۔ یہ ایک انگریز کرنل کی بیٹی تھی۔ ہندوستان کی پیداوار.... پیدائش سے لے کر اب تک یہیں رہی تھی۔ ہو سکتا ہے دو ایک بار کچھ دنوں کے لئے انگلستان بھی ہو آئی ہو۔ بڑی اچھی اردو بولتی تھی۔ پوربی زبان میں گفتگو کرتی تھی تو مزہ ہی آ جاتا۔ اکثر انگریزی بولتے وقت "نگوڑ مارا" اور "مونڈی کاٹا" جیسے الفاظ بھی استعمال کرتی۔ مزاح کی حس بھی بدرجہ اتم رکھتی تھی.... اکثر اپنے ساتھ ہونے والے لطیفوں کا ذکر چھیڑ دیتی تو مزہ ہی آ جاتا.... ایک بار کا واقعہ بتا کر اکثر دیر تک ہنسا کرتی تھی۔ ہوا یہ کہ وہ ٹرین میں تنہا سفر کر رہی تھی۔ زنانہ سیکنڈ کلاس میں بیٹھی تھی وہاں اور بھی باپردہ قسم کی خواتین موجود تھیں۔ وہ اُس کے متعلق اردو میں خیال آرائیاں کرنے لگیں، یہ سمجھ کر کہ اردو بھلا وہ کیا سمجھے گی۔ پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہی تھیں۔ کبھی گھٹنوں تک کھلی ہوئی ٹانگوں پر ناگوار قسم کے تبصرے کرتیں اور کبھی چست اسکرٹ اور بلاؤز پر پھبتیاں کہتیں.... آخر فدیلی سے برداشت نہ ہوا اور وہ ہنس پڑی۔ پھر بہت ہی شستہ و رفتہ اردو میں بولی۔ "آپ لوگ مجھے اس طرح شرمندہ کر رہی ہیں کہ شائد اب میں چوڑی دار پاجامہ پہننا شروع کر دوں۔"

وہ سب سناٹے میں آ گئیں.... چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں.... انگریزوں کا دورِ حکومت تھا.... فوج کے بے وقعت ٹامی بھی عوام کو کنگ جارج کے بھتیجے معلوم ہوتے تھے اور صاحب کہلاتے تھے، خواہ ان کے والدین انگلینڈ کے کسی گاؤں میں فاقہ کشی کی زندگی ہی کیوں نہ گذار رہے ہوں۔ بہر حال وہ ساری باپردہ خواتین اس طرح خائف نظر آنے لگی تھیں جیسے کچھ ہی دیر بعد انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ فدیلی نے یہ رنگ دیکھا تو انہیں مطمئن کرنے کی کوشش

کرنے لگی۔ اپنی ہم عمر ایک لڑکی کی گردن میں ہاتھ ڈال کر بیٹھ گئی اور جھوم جھوم کر ایک پوربی گیت گانے لگی.... پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ دیسی خواتین اُسے اپنے سر پر بٹھالیں گی۔

فدیلی فخریہ کہا کرتی تھی کہ وہ ہندوستان کی باشندہ ہے کیونکہ یہیں پیدا ہوئی ہے۔ وہ صرف اردو بولتی ہی نہیں بلکہ لکھ پڑھ بھی سکتی تھی اور زیادہ تر اردو ہی کی کتابیں اُس کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ بڑی خوش مزاج اور زندہ دل تھی۔ زندہ دل نہ ہوتی تو ہائی سرکل نائٹ کلب کے منیجر کے سے جھڑوس آدمی سے اُسے "عشق" کیوں کر ہو جاتا۔

اس عشق کی کہانی بھی دلچسپ تھی۔ وہ پہلے پہل ہائی سرکل میں آئی تھی۔ سب سے پہلے منیجر ہی سے ملاقات ہوئی جو گانٹھ کا پورا معلوم ہوا۔ فدیلی نے سوچا وقت اچھا کٹے گا۔ تین چار دن بعد اُس سے پوچھ بیٹھی کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ منیجر اس سوال پر بوکھلا گیا تھا اور فدیلی نے وضاحت کی تھی کہ وہ بھوکی نظروں سے گھورا کرتا ہے۔ منیجر ہکلانے لگا تھا اور گڑگڑا کر صفائی پیش کی تھی۔ اس پر فدیلی نے بڑے رومانی انداز میں کہا تھا کہ وہ اُسے بہت اچھا لگتا ہے اور پھر منیجر کی گھگھی بندھ گئی تھی۔ اُس وقت نہ اُسے کوئی شاعر یاد آیا اور نہ کوئی اچھا شعر۔

بہرحال اب تو گاڑھی چھن رہی تھی۔ منیجر ہی کے توسط سے حمید سے بھی ملاقات ہوئی تھی اور یہ واسطہ بھی زبردستی ہی پیدا کیا گیا تھا۔ ورنہ منیجر تو اس کا بھی روادار نہ ہوتا کہ حمید سے تعارف ہی کرادے۔

اور اب فدیلی کو روز ہی منیجر سے یہ کہنا پڑتا تھا کہ وہ آخر اتنا پریشان کیوں ہے۔ حمید سے تو صرف دوستی ہے اور وہ اُس کا محبوب ہے.... یہ اور بات ہے کہ حمید اُس کی موجودگی میں بھی "قبلہ محبوب صاحب" کہہ کر چھیڑتا رہا ہو۔

منیجر نے ٹوئیسٹ کے اس مقابلے کی بڑی مخالفت کی تھی لیکن فدیلی کے آگے ایک نہ چلی.... مقابلہ برپا ہوا.... کئی جوڑوں نے اس میں حصہ لیا۔ لیکن ایک ہی گھنٹہ بعد ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔

بارہ بجے تک صرف ایک ہی جوڑا رہ گیا۔ یہ حمید اور فدیلی تھے۔ ریکارڈ بجتے رہے اور وہ ناچتے رہے.... حمید بُری طرح تھک گیا تھا لیکن ناچے جا رہا تھا۔ کیونکہ فدیلی بھی اڑ گئی تھی.... اُس سے پہلے ہی تھکن کا اظہار کر دینا مردانگی کے خلاف سمجھتا تھا۔

اُن پر مدہوشی سی طاری تھی۔ دونوں ہی آنکھیں بند کرکے ناچ رہے تھے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے سے ٹکرا بھی جاتے اور منیجر جو قریب ہی کھڑا تھا غصیلی آواز میں "ہوں ہوں" کرنے لگتا۔ وہ بہت زیادہ بے چین نظر آرہا تھا۔ کبھی ٹہلنے لگتا اور کبھی رک کر انہیں اس طرح گھورنے لگتا جیسے قتل ہی تو کردے گا۔

ایک بار حمید پھر فدیلی سے ٹکرایا اور منیجر غصیلی آواز میں دہاڑا۔ "اے جناب! ذرا آنکھیں کھول کر۔"

اس پر حمید اور فدیلی دونوں ہی ہنس پڑے تھے لیکن آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ پھر کسی نے پیچھے سے حمید کے کوٹ کا کالر پکڑ لیا اور حمید غرا کر پلٹا۔ سمجھا تھا شائد منیجر ہی بے قابو ہو گیا ہوگا۔ لیکن آنکھیں کھولیں تو فریدی کا چہرہ نظر آیا جو اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے.... منیجر نے گویا بے مانگی مراد پائی۔ دوڑ کر ریکارڈ پر سے ساؤنڈ بکس اٹھادیا۔

موسیقی کی آواز تھمتے ہی فدیلی نے بھی آنکھیں کھول دیں.... اور حمید کا گریبان ایک قد آور اور کافی صحت مند آدمی کے ہاتھ میں دیکھا۔

اب حمید اور بھی بوکھلا گیا۔ پہلے تو غصہ ہی آیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ کہیں فدیلی جیسی طرحدار لڑکی کے سامنے بے عزتی نہ ہو جائے اس لئے بوکھلا کر بولا۔

"یہ مس فدیلی ہیں....!"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔ "ان کے باپ کرنل ہڈسن کو بھی جانتا ہوں۔"

"آپ کی تعریف....!" فدیلی نے کانپتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"یہ.... یہ....!" حمید ہکلایا "یہ میرے والد صاحب کے بھی قبلہ و کعبہ ہیں۔"

"یعنی تمہارے دادا....!" فدیلی کے ہونٹوں پر ایک نروس قسم کی مسکراہٹ نظر آئی۔

"میں اسے لے جا رہا ہوں محترمہ....!" فریدی نے حمید کو دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے فدیلی سے کہا۔ "امید کہ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں گی۔"

پھر وہ اُسے اسی طرح دھکے دیتا ہوا برآمدے تک لایا۔ غصے کے مارے حمید کی کھوپڑی اڑی جارہی تھی۔ برآمدے میں پہنچ کر وہ پلٹ پڑا۔

"یہ کیا ہے....!" وہ دانت پیس کر بولا۔

"اسے اپنی زبان میں تگنی کا ناچ کہتے ہیں فرزند.... چپ چاپ چلتے رہو....ورنہ کیا فائدہ کہ اُس لڑکی کے سامنے تمہاری مٹی پلید ہو جائے جو تمہیں بہت اسمارٹ اور خوش مزاج آدمی سمجھتی ہے۔"

حمید چپ چاپ برآمدے سے نیچے اُتر آیا۔ کھلے میں خاصی سردی تھی.... ٹھنڈک نے جلتی پر پانی کا کام کیا یعنی غصہ خود بخود ڈھیلا پڑ گیا.... لیکن پھر بھی وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "کسی دن آپ مجھے خودکشی پر مجبور کر دیں گے۔"

"وہ دن ابھی بہت دور ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"آپ اس طرح کیوں میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اگر میں بھی کچھ کہہ بیٹھتا تو....!"

"تمہارا گال بھی کافی دیر تک جھناتا رہتا۔"

"میں واپس جا رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں کوئی کیا کر لیتا ہے۔"

"زمین پر گرا کر ٹانگ پکڑوں گا اور گھسیٹتا ہوا باہر لاؤں گا۔"

"کیوں.... آخر کیوں....!" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

"اے یہ ٹوئیسٹ بھی کوئی ناچنے کی چیز ہے۔ زنخوں کی طرح تھرک رہے ہیں اور کولہے مٹکا رہے ہیں۔"

"آپ کو کیوں بُرا لگتا ہے۔"

"کیوں بُرا لگتا ہے۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔ پھر بولا۔ "کیا میں اسے پسند کر سکتا ہوں کہ میرا اسسٹنٹ ہیجڑوں کی طرح کولہے مٹکاتا پھرے۔ عورت ہوتے تو خیر کوئی بات نہ تھی۔ اُن کی ہلنت میں تھوڑی سی نہیں بلکہ کافی دلکشی ہوتی ہے۔"

"ہے ہے!" حمید سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "ذرا پھر تو کہئے۔"

لہجے میں اب بھی جھلاہٹ برقرار تھی۔

فریدی ہنسنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

"میں کہتا ہوں آخر اس طرح.!"

"کام ہے بیٹے۔" فریدی چمکار کر اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"یہ سنیچر کی رات ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"پھر....!"

"کام یہ نہیں دیکھتے کہ سینچر کی رات ہے یا حمید صاحب کی شبِ عروسی۔"

"وہ کم بخت تو شاید کبھی نہ نصیب ہو۔"

"بہر حال.... اشد ضروری کام ہے۔"

"ارے بابا.... تو بتایئے نا....!"

"اپنے سپرنٹنڈنٹ کی لڑکی شیلا غائب ہو گئی۔"

"شیلا....!" حمید چلتے چلتے رک گیا۔

وہ اپنی کسی سہیلی سے ملنے جنک پور گئی تھی۔ دو دن پہلے کی بات ہے لیکن آج اُس کی کار پرنسٹن کے چوراہے پر کھڑی پائی گئی جو خالی تھی۔ جنک پور سے معلوم ہوا کہ وہ وہاں پہنچی ہی نہیں تھی۔

"کس نے معلومات حاصل کی تھیں جنک پور سے۔"

"میں خود گیا تھا جنک پور.... وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم منتظر تھے لیکن شیلا نہیں پہنچی۔"

لڑکیوں کا سفر

فریدی کی کیڈی لاک سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ حمید نے کلائی کی گھڑی دیکھی ایک بج رہا تھا۔ غصہ ٹھنڈا پڑ گیا.... سوچنے لگا تھا کہ شاید اب بقیہ رات آنکھوں ہی میں کٹے۔

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔" اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"پرنسٹن کے تھانے تک۔"

"کیوں؟ کوئی ہاتھ آ گیا ہے کیا۔"

"ہاں....!"

"کون ہے۔"

"انچارج نے ایک آدمی کو روک رکھا ہے توقع ہے کہ اُس سے کچھ معلوم ہو سکے۔"

پھر فریدی نے گاڑی کے اندر بھی روشنی کر دی اور کوئی چیز حمید کے ہاتھ میں دیتا ہوا بولا۔

"اسے دیکھو۔"

یہ ایک بڑا سا بٹن تھا۔ حمید اُسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"کسی اوور کوٹ ہی کا ہو سکتا ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"کیوں....؟"

"اتنا بڑا بٹن کوٹ کا نہیں ہو سکتا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ اُس بٹن کو آنکھوں کے قریب لا کر کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بٹن کے نچلے حصے پر بخطِ نسخ لکھا ہوا تھا "خیاط الوقت قاہرہ....!"

"یہ مجھے شیلا کی کار سے ملا تھا....!" فریدی نے کہا۔ اگلی نشست پر اور اس کے سوراخوں میں تاگے بھی پھنسے ہوئے تھے۔

"ہوں.... تو پھر....!" حمید اونگھتا ہوا بولا۔

"کسی قسم کی جدوجہد کے دوران ہی میں یہ بٹن اوور کوٹ سے جدا ہوا ہو گا۔"

"یقیناً.... یقیناً....!" حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سر ہلاتا ہوا بولا.... بس وہ بولے جا رہا تھا کچھ سوچے سمجھے بغیر۔ کیونکہ ذہن پر نیند مسلط تھی۔

پرنسٹن کے تھانے میں پہنچ کر فریدی نے انچارج کو بلوایا جو غالباً سونے کے لئے جا چکا تھا.... سیکنڈ آفیسر نائٹ ڈیوٹی میں تھا لیکن فریدی نے اُس سے کوئی بات نہ کی۔ انچارج کی آمد پر وہ اُسے الگ لے آیا۔ حمید بھی ساتھ تھا۔

"وہ لاعلمی ہی ظاہر کر رہا ہے جناب۔" انچارج نے فریدی سے کہا۔

"ہوں اچھا....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آپ اس کا پتہ نوٹ کر کے ٹھیک چار بجے صبح چھوڑ دیجئے گا.... بلکہ پتہ مجھے بھی نوٹ کرا دیجئے۔"

انچارج کے چلے جانے پر فریدی نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "کون ہے.... ہوں.... اچھا دیکھو.... تین سو تیرہ کو جگا کر فون پر بھیجو۔" وہ خاموش ہو کر خلاء میں گھورتا رہا.... پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "دیکھو.... پرنسٹن کے تھانے سے ٹھیک چار بجے ایک آدمی رہا کیا جائے گا تمہیں اس پر نظر رکھنی ہے۔"

ریسیور کریڈل میں رکھ کر وہ حمید کی طرف مڑا۔

"کیا قصہ ہے۔" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

"یہ آدمی.... جو حوالات میں ہے شیلا کی گاڑی میں بیٹھا ہوا ملا تھا.... اُس کا کہنا ہے کہ کسی نے اُسے دس روپے دے کر گاڑی کی نگرانی کرتے رہنے کو کہا تھا.... یہ بھی کہہ گیا تھا کہ وہ دو گھنٹے کے بعد واپس آجائے گا۔"

"پھر وہ کتنی دیر بعد پکڑا گیا۔"

"پورے چار گھنٹے گذر جانے کے بعد۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"لیکن اُس کی نگرانی کے لئے کس سے کہا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔"گاڑی چھوڑنی تھی تو چپ چاپ چھوڑ کر چلا گیا ہوتا.... نگرانی کے لئے کسی آدمی کی ضرورت کیوں محسوس کی۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

"جنک پور والوں سے میں واقف ہوں۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر مسکرایا۔"کبھی منگنی ہوئی تھی میری وہاں۔"

"والدین کے شوق کی چیزیں ہیں...." فریدی نے بھی ٹھنڈی سانس لی۔

"ارے ارے....!" حمید جلدی سے بولا۔"دل چھوٹا نہ کیجئے۔ آپ صرف ہاں کر دیجئے، والدین میں مہیا کر دوں گا چٹکی بجاتے۔"

"آؤ....!" فریدی دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا۔

"آپ خواہ مخواہ بور ہوتے پھر رہے ہیں۔" حمید کہا۔

"کیوں....؟"

"یہ شیلا یونیورسٹی میں خاصی شہرت رکھتی ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ ہر چھٹویں ماہ عاشق بھی بدل دیتی ہے۔ شہر ہی سے کسی کے ساتھ کہیں چل دی ہوگی۔ گاڑی یہاں چھوڑ کر۔"

"کار کی حالت بتاتی ہے کہ کچے راستوں پر کافی مسافت طے کر چکی ہے۔"

"جناب وہ ہمارے محکمے کے سپرنٹنڈنٹ کی بیٹی ہے.... سمجھے آپ....!"

فریدی نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر کسی خیال میں گم ہو گیا۔

پھر وہ کیڈی اسٹارٹ کرتے وقت بولا تھا۔ "ہاں یہ ممکن ہے کہ اُس نے پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کر ڈالی ہو..... لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔"

"یہ آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں۔"

"کیا تمہیں وہ بٹن یاد نہیں رہا جو کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔"

اس پوری گلی میں ایک ہی الیکٹرک پول روشن رہتا تھا۔ یوں تو کئی تھے، لیکن صرف اُسی ایک پول میں بلب لگایا گیا تھا۔ بقیہ دوسرے روشنی سے محروم ہی رہتے تھے لیکن آج تو وہ بھی روشن نہیں تھا۔ پتہ نہیں فیوز ہو گیا تھا یا دن کو شریر بچوں نے پتھر اؤ کر کے اُسے توڑ ہی دیا تھا۔

پوری گلی تاریک پڑی تھی، چونکہ رات کا پچھلا پہر تھا اس لئے عمارتوں کی کھڑکیاں بھی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھیں، ورنہ انہیں کی روشنی گلی کو کسی حد تک روشن رکھتی۔

اس تاریک گلی کی ایک تاریک عمارت کے برآمدے میں دو آدمی کھسر پھسر کر رہے تھے۔

"اُن دونوں نے کام شروع کر دیا ہے۔" ایک آواز۔

"جی ہاں..... ابھی پرنسٹن کے تھانے میں تھے.....!" دوسری آواز۔

"کیا وہ ابھی تک بند ہے۔"

"جی ہاں.....!"

"جہنم میں جائے..... لیکن ٹھہرو..... کیا وہ تمہیں پہچان سکے گا۔"

"کبھی نہیں جناب! میں میک اپ میں تھا۔ میرے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک.....!"

"شاباش..... صبح تمہیں پانچ سو روپے کا چیک مل جائے گا۔"

"نہیں حضور اس کی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی کیا ہمیں کم ملتا ہے۔"

"نہیں میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ..... اغواء سے زیادہ فرار کے متعلق سوچا جا سکتا ہے۔"

"آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ ہے حضور..... ورنہ میں کس قابل ہوں۔"

"ہوں..... اچھا اب تم جاؤ..... اُن دونوں پر نظر رکھنا..... فریدی سے خدشہ ہے۔ کاش

کوئی اُسے بھی موت کے گھاٹ اُتار سکتا۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے.... سرکار....!"

"ہونہہ سب یہی کہتے ہیں۔ پتہ نہیں کب سے کہتے آئے ہیں۔ لیکن وہ آج بھی زندہ ہے۔ آج بھی دوسروں کے لئے مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے کرتا رہتا ہے۔"

"مجھے بھی دیکھ لیجئے گا.... سرکار....!"

"خیر.... خیر.... اچھا شب بخیر....!"

"شب بخیر جناب۔"

پھر ایک آدمی برآمدے سے گلی میں اُتر کر کچھ دور چلنے کے بعد اندھیرے میں گم ہو گیا۔

دوسرا اب بھی وہیں کھڑا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دروازے کی طرف مڑا جو کھلا ہی ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر دروازے کی چٹخنی چڑھا دی۔ یہ کمرہ تاریک تھا وہ آگے بڑھا اور دوسرے دروازوں سے گذرتا ہوا ایک بہت بڑے اور پوری طرح روشن ہال میں داخل ہوا جہاں مختلف میزوں پر کچھ لوگ تاش کھیل رہے تھے اور شراب کی کھلی ہوئی بوتلیں رکھی تھیں۔ ایش ٹریز سگریٹ کے ٹکڑوں سے لبریز تھے۔

جیسے ہی یہ آدمی ہال میں داخل ہوا۔ انہوں نے ہاتھ روک لئے.... اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگے۔

یہ سر سے پیر تک سیاہ پوش تھا اور چہرے پر نقاب تھی۔

کچھ دیر پہلے گونجنے والی بھنبھناہٹ سے مشابہہ آواز گویا فضا میں تحلیل ہو کر سکوت کی آغوش میں جا سوئی۔

"ہنٹر....!" اُس کی پُر وقار آواز نے سناٹے کا سینہ مجروح کیا۔

ایک آدمی ایک میز سے اٹھ کر اُس کے قریب آیا اور مؤدبانہ کھڑا ہو گیا۔ یہ ایک قد آور اور ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ پیشانی اور گالوں پر زخموں کے گہرے نشانات تھے اور آنکھوں سے درندگی ٹپکتی تھی۔

"کیا رہا....!" نقاب پوش نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے سرکار.... آپ تشریف لے جائیں.... تین ہیں۔"

"ہوں.....!" نقاب پوش بائیں جانب مڑ گیا۔ ہنٹر جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا۔

اب نقاب پوش ایک کاریڈر میں چل رہا تھا۔ یہاں کنسیلڈ بلبس کی مدہم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

کاریڈر کے اختتام پر پہنچ کر اُس نے دیوار سے لگے ہوئے سوئچ بورڈ پر انگلی رکھ دی۔

ہلکی سی گھر گھراہٹ کاریڈر میں گونج اٹھی..... فرش کا ایک بڑا سا سلیب اپنی جگہ چھوڑ رہا تھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اُس کی چھوڑی ہوئی جگہ ایک روشن خلاء میں تبدیل ہو گئی۔

غالباً یہ کسی تہہ خانے کا راستہ تھا۔ نقاب پوش نے داہنا پیر خلاء میں اُتار دیا۔ گیارہ زینے طے کرنے کے بعد وہ ایک سجے سجائے کمرے میں تھا جہاں تیز قسم کی سفید روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

سامنے آرام کرسیوں پر تین خوبرو اور صحت مند لڑکیاں نظر آئیں۔ لیکن اُن کے چہرے خوف سے زرد ہو رہے تھے۔ نقاب پوش کو دیکھتے ہی اُن پر مزید سراسیمگی طاری ہو گئی تھی۔ ایک نے تو بوکھلا کر اٹھنا بھی چاہا تھا۔

"بیٹھو..... بیٹھو.....!" نقاب پوش نے ہاتھ اٹھا کر نرم لہجے میں کہا۔

وہ تھوڑی دیر تک کھڑا انہیں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یہ زندگی عجیب ہے۔"

وہ کچھ نہ بولیں۔ اُس نے پھر کہا۔ "کل تم کہاں تھیں۔ آج کہاں ہو۔ کل کہاں ہو گی۔"

ایک لڑکی نے کچھ کہنا چاہا..... لیکن پھر ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ اُس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ یہ تینوں ہی لڑکیاں صورت سے نیک دل اور شریف معلوم ہوتی تھیں۔ شائد تعلیم یافتہ بھی رہی ہوں کیونکہ اُن کے لباس میں خوش سلیقگی کو بھی دخل تھا۔ ہلکے رنگوں کی ساریاں لپیٹ رکھی تھیں۔ بلاؤز میچ کرتے ہوئے تھے۔ پیشانیوں پر بندیاں تھیں اور پیروں میں سبک سینڈل..... لباس سے یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ گداز جسموں کی نمائش کے لئے پہنا گیا ہے۔

"تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔" نقاب پوش نے اُسی لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر پوچھا جس نے کچھ کہنے کے سے انداز میں ہونٹوں کو جنبش دی تھی۔

"تت..... تم کون ہو۔" اُس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"اس کی فکر نہ کرو..... بتاؤ یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ یک بیک دوسری لڑکی کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ چیخ کر بولی۔ "میں یہاں کیوں لائی گئی ہوں۔"

"تم اپنی خوشی سے آئی تھیں اچھی لڑکی۔" نقاب پوش نے نرم لہجے میں کہا۔

اُس عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں ٹیوشن دلانے لے جارہی ہوں۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا.... تم بہر حال اپنی خوشی سے آئی تھیں۔"

"ہمیں.... یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔" تیسری بھی ہمت کر کے سوال کر بیٹھی۔

"ایک لامتناہی سلسلہ آزادی کے لئے....!" نقاب پوش نے جواب دیا۔"کل سے تمہاری لامحدود آزادی کا دور شروع ہو جائے گا۔"

"ہم گھر جانا چاہتے ہیں۔"

"اُسے گھر نہیں کہتے جو اپنی ہی کوششوں کا نتیجہ نہ ہو.... والدین کا گھر قید خانہ ہوتا ہے اور شوہر کا گھر ایسا قید خانہ جو صرف دائم الحبس قیدیوں کے لئے مخصوص ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی تمہاری باتیں۔"

"یہ نئی دنیا کی باتیں ہیں.... کل سے تمہارا ایک طویل بحری سفر شروع ہو گا۔"

"ہم نہیں جائیں گے....!" تینوں چیخ پڑیں۔

"تم جاؤ گی اچھی لڑکیو.... تم ایک بحری سفر کرو گی۔ خاموشی سے۔ کسی سے اپنا دکھڑا نہیں روؤ گی.... کسی سے کچھ نہیں کہو گی۔"

"ہم تمہیں گرفتار کرا دیں گے۔" ایک لڑکی جھنجھلا کر چیخی.... لیکن اُس کی آواز کی گونج ختم ہونے سے پہلے ہی ایک بھاری بھرکم قہقہہ بھی شروع ہو گیا۔ جو کافی دیر تک تہہ خانے کی محدود فضا میں گونجتا رہا۔

"تم اگر جہاز پر یا یہاں سے جہاز تک کے راستے میں کسی قسم کی بھی حرکت کرنے کی کوشش کرو گی تو ایک نامعلوم گولی تمہارے جسم کو چھید کر رکھ دے گی۔ خواہ تم کسی بھری پڑی سڑک ہی سے کیوں نہ گذر رہی ہو۔"

"کیوں.... آخر کیوں۔"

"کیا تم نے پیدا ہوتے وقت اپنی ماں سے سوال کیا تھا کہ تم آخر کیوں پیدا ہو رہی ہو۔"

لڑکی نچلا ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ لیکن اُس کی آنکھیں اب بھی شعلے برسا رہی تھیں۔

"بس....!" نقاب پوش ہاتھ اٹھا کر بولا۔"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اس کے خلاف کرو گی

تو خود بھگتو گی۔"

آگے بڑھ کر اُس نے سامنے والی دیوار کے ایک پش سوئچ پر انگلی رکھی۔ قریب ہی ایک سل اوپر سرک گئی۔ یہ دوسری طرف جانے کا راستہ تھا۔

لڑکیاں جہاں تھیں وہیں بیٹھی اُسے خونخوار نظروں سے گھورتی رہیں۔ نقاب پوش کی نرم گفتاری نے انہیں بڑی ہمت دلائی تھی۔

دوسرے کمرے میں داخل ہو کر وہ پھر دروازے کی طرف مڑا اور وہاں کی دیوار والا پش بٹن دبا کر راستہ دوبارہ مسدود کر دیا۔

اب وہ اُس مسہری کی طرف مڑا جس پر ایک لڑکی پڑی سو رہی تھی... آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اُسکے بازو پر ہاتھ رکھ دیا اور ہولے ہولے جنبش دی۔ لڑکی بوکھلا کر اٹھ بیٹھی.... یہ شیلا تھی۔

"تم آخر ہو.... کون....؟" وہ غصیلی آواز میں غرائی۔

"تمہارا اپنا عاشق...." نقاب پوش نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کسی قدر جھکتے ہوئے کہا۔

"یہ نہ بھولو کہ میرا باپ سی۔ آئی۔ ڈی کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔"

"میں کبھی نہیں بھولا محترمہ شیلا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ خونخوار بھیڑیا فریدی سارے شہر میں تمہاری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔"

شیلا ہنس پڑی پھر بولی۔ "اگر فریدی نکلا ہے میری تلاش میں تو پھر....!"

"خوش فہمی ہے آپ کی محترمہ شیلا.... وہ کتے کی موت مار دیا جائے گا.... ابھی تک شائد اُسے اپنا میچ نہیں مل سکا تھا.... اسی لئے زندہ رہا۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو....!" شیلا نے جھلا کر پوچھا۔

"اب تم مجھ سے محبت کرو۔ یونیورسٹی بیوٹیز میں تمہارا شمار ہے.... اور کافی دل پھینک واقع ہوئی ہو۔ یقین رکھو میں تمہارے معیار پر پورا اُتروں گا۔"

"شٹ اَپ....!"

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا اور دیوار کے قریب جا کر روشنی گل کر دی۔

پھر تھوڑی دیر بعد شیلا کی گالیاں اندھیرے میں گونجنے لگیں۔

تلاش

سورج طلوع ہونے سے قبل ہی وہ جنک پور کے لئے روانہ ہوگئے تھے۔ کچا راستہ شروع ہوتے ہی حمید نے الجھنا شروع کر دیا۔ ”کیڈی کی مٹی پلید ہو جائے گی.... لاحول ولا قوۃ.... ارے جیپ لائے ہوتے۔“

”بکواس مت کرو.... مجھے سوچنے دو....!“ فریدی نے ونڈ شیلڈ پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

”سوچے جائیے۔“ حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جب زبان میں کھجلی ہونے لگی تو پھر بولا۔ ”اچھا صرف ایک بات بتا دیجئے۔“

”بکو....!“

”شیلا محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کی بیٹی ہے نا....!“

”بکے جاؤ....!“

”باپ کے جراثیم اُس میں بھی موجود ہوں گی.... مطلب یہ کہ اُس میں کسی قسم کا پلاٹ بنانے کی صلاحیت بدرجہ اُتم موجود ہوگی۔“

”تو پھر....!“

”وہ خود کسی کے ساتھ برضا و رغبت فرار ہوئی ہے، لیکن اسے اغواء کا کیس بنانا چاہتی ہے۔ آپ خود سوچئے اگر اُسے کوئی زبردستی لے گیا ہے تو کار میں رکھوالی کی ضرورت اُسے کیوں محسوس ہوئی.... بھلا اُسے کار کی حفاظت سے کیا سروکار.... صاحبزادی نے سوچا میں تو جا رہی ہوں کم از کم کار ہی صحیح وسلامت ابا جان تک پہنچ جائے۔“

”ہوں....!“ فریدی نے طویل سانس لی پھر چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ”اب اسی معاملے پر دوسرے پہلو سے بھی نظر ڈالو.... کیا یہ ممکن نہیں کہ کوئی اغواء کنندہ اسے فرار کا کیس بنا کر پیش کرنا چاہتا ہو۔“

”فضول ہے.... فضول ہے۔“ حمید اس طرح بڑبڑایا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

”کوئی بات زبان سے نکل جائے تو پھر اُسے پتھر کی لکیر ہی کہیں گے۔“

”یہ کھلا ہوا اغواء کا کیس ہے، برخوردار.... تم اُس بٹن کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔“

"وہ اسے اغواء کا کیس ہی بنانے کے لئے کار میں ڈالا گیا ہوگا۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ جتانے کے لئے کہ اُسے زبردستی کار سے اتارا گیا۔ کشمکش ہوئی اور زبردستی کرنے والے کے اوور کوٹ کا ایک بٹن ٹوٹ کر کار میں گر پڑا.... اُوہ.... آپ اُس لڑکی کو نہیں جانتے۔ یونیورسٹی میں قلوپطرہ کے نام سے مشہور تھی.... ہر ماہ اُسی طرح عاشق بدل دیتی تھی جیسے آپ پاجامہ بدلتے ہیں۔"

"ایسی لڑکیاں کسی کے ساتھ فرار ہونے کی زحمت نہیں گوارا کرتیں۔" فریدی نے کہا اور بائیں ہاتھ میں لائٹر تھام کر بجھا ہوا سگار سلگانے لگا.... داہنا ہاتھ اسٹیرنگ پر تھا۔

"آپ لڑکیوں کے بارے میں اتنے وثوق کے ساتھ کچھ نہ کہا کیجئے۔"

"لونڈے ہو....!"

یک بیک فریدی نے گاڑی روک دی اور انجن بند کر دیا۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے چونک کر پوچھا۔

"آؤ....!" فریدی گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اُترتا ہوا بولا۔ حمید نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور خود بھی نیچے اُتر گیا۔

فریدی پیچھے واپس جارہا تھا۔ کچھ دور چل کر وہ رک گیا۔

"یہ دیکھو.... یہ راستہ....!" وہ ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ لیکن حمید کو اُس طرف کوئی دوسرا راستہ نظر نہ آیا۔ وہ فریدی سے دس یا پندرہ گز کے فاصلے پر تھا پھر اُس نے تیزی سے قدم بڑھائے اور فریدی کے قریب پہنچ گیا۔

دونوں طرف اونچی اونچی مینڈھوں پر سرکنڈوں کی جھاڑیاں تھیں۔ ایک جانب اُس سلسلے کے علاوہ ایک تیسری منڈھیر بھی نظر آئی جس کی شروعات اُسی جگہ سے ہوئی تھی اور اس کا سلسلہ بھی دور تک پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس طرح ایک دوسرے راستے کی تشکیل ہوئی تھی۔

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "جنک پور کیلئے اگلا موڑ ہے.... لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ایسا آدمی جو پہلے کبھی اِدھر سے نہ گذرا ہو اسی راستے کو جنک پور والا موڑ سمجھ بیٹھے۔"

"مگر یہ موڑ کب ہے۔" حمید بڑبڑایا۔ "میں نے تو ادھر دھیان بھی نہیں دیا تھا۔ یہ راستہ سامنے سے نظر ہی نہیں آتا۔ نہیں وہ اُدھر نہ گئی ہوگی۔"

"مجھے کیسے نظر آگیا۔" فریدی مسکرایا۔

"آپ کو تو وہ چیزیں بھی نظر آجاتی ہیں جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا۔" حمید جل کر بولا کیونکہ کھلے میں پہلے سے زیادہ سردی محسوس ہو رہی تھی۔

سورج طلوع ہو چکا تھا.... لیکن کرنوں میں حدت نہیں محسوس ہو رہی تھی.... اس بار تو سردیوں کا یہ عالم تھا کہ ؎

صبح نکلے تھا کانپتا خورشید

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا اُس نئے دریافت شدہ راستے پر دور دور تک دیکھتا رہا پھر کیڈی کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ "چلو آج ادھر سے جنک پور پہنچنے کی کوشش کریں۔"

"خواہ یہ راستہ جہنم ہی کی طرف کیوں نہ لیجائے۔" حمید نے اُسی کے مخصوص لہجے میں جملہ پورا کرنے کی کوشش کی۔

وہ پھر کیڈی میں آبیٹھے.... اور گاڑی موڑ دی گئی۔

اب وہ اُسی تنگ سے راستے پر آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

"یہاں تو دھول ہی دھول ہے.... اگر کہیں گاڑی پھنس گئی تو دھکا بھی آپ ہی لگائیں گے سمجھے جناب....!" حمید نے کہا۔

راستہ اتنا تنگ تھا کہ واپسی کے لئے گاڑی موڑنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر حمید بولا۔ "ناشتے کی کیا ٹھہری۔"

"ڈکے میں باسکٹ ضرور ہو گی.... شریف نے کچھ رکھا تھا۔"

"الحمد للہ....!"

"راستہ تھا یا شیطان کی آنت.... کسی طرح ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔"

"یہ کس مصیبت میں آپھنسے....!" حمید جھلا کر بولا۔ "یہاں تو واپسی کے لئے گاڑی بھی نہیں موڑی جاسکتی۔"

"فکر نہ کرو....!" فریدی نے کہا۔

"ہاں فکر ہی کس بات کی! کون رونے والا بیٹھا ہے۔" حمید جل کر بولا۔

ارے واہ بڑی بی....!" فریدی ہنس پڑا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "یار اب تم تو شادی کر ہی ڈالو

ورنہ عورت کا ہمہ وقت تصور خود تمہیں ہی عورت بنا کر رکھ دے گا.... ویسے بولنے تو لگے ہو عورتوں ہی کے سے انداز میں....!"

حمید نے بُرا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔ فریدی نے پھر شیلا کی بات چھیڑ دی۔

"تو کیا وہ فاحشہ بھی تھی۔"

"موڈرن....!" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ "ان پڑھی لکھی لڑکیوں کی فحاشی آرٹ کہلاتی ہے اور اگر یہ کسی سے جنسی تعلق قائم کرلیں تو اسے فن کہیں گے.... عربی کا فن نہیں انگریزی کا ایف۔یو۔این۔فن....!"

"میں صرف شیلا کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔"

"یونیورسٹی بیوٹیز میں شمار تھا اس کا.... سچ مچ آوارہ تھی یا نہیں۔ لیکن ہر ماہ ایک نیا لڑکا اُس کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔"

"کیا اُسے بدنامی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔"

"بدنامی.... ارے اپنے سپرنٹنڈنٹ صاحب بے حد آزاد خیال آدمی ہیں.... اُن کا بس چلتا تو کسی انگریز خاندان میں پیدا ہونے کی کوشش کرتے.... یہ لونڈے اُن کی چھاتی ہی پر تو مونگ دلا کرتے تھے۔"

"تو پھر فرزند.... یہ فرار کا کیس ہرگز نہیں ہے۔"

"جہنم میں جائے.... میں کہتا ہوں کہاں جا رہے ہیں ہم....!"

"پرواہ مت کرو۔"

تقریباً ڈھائی گھنٹے کے بعد وہ ایک پختہ سڑک پر پہنچ سکے۔ کیڈی روک کر فریدی نیچے اُتر پڑا۔ ڈیش بورڈ سے دوربین نکالی اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔

حمید گاڑی سے نہیں اُترا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں جھلاہٹ کے آثار تھے۔

فریدی کچھ دیر بعد پھر گاڑی کی طرف واپس آیا اور باہر ہی کھڑے کھڑے بولا۔ "میرا خیال ہے یہ وہی سڑک ہے جو تارجام کے پہلے چوراہے سے نصیر آباد کی طرف جاتی ہے۔"

"نہیں میرا خیال ہے کہ نصیر آباد سے تارجام کے پہلے چوراہے کی طرف آتی ہے حمید نے اُسی کے لہجے میں نقل اتاری۔"

"کاٹنے کیوں چبا رہے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"تفتیش کا یہ انداز میری سمجھ سے باہر ہے جناب والا....!"

"تمہاری سمجھ میں تو فدیلیوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں آسکتا۔ خیر آؤ.... آگے غالباً ڈاک بنگلہ ملے گا کچھ دیر ٹھہریں گے۔"

"اللہ تیرا شکر ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

شیلا کی پلکیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ چہرہ ستا ہوا تھا اور وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگتی تھی۔

لیکن وہ اسی طرح پیر لٹکائے مسہری پر بیٹھی رہی۔ نقاب پوش سامنے آرام کرسی پر پڑا اُسی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

اُس کا چہرہ پیشانی سے ٹھوڑی تک سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں، لیکن نقاب کی بناوٹ ایسی تھی کہ وہ آنکھوں سے بھی نہیں پہچانا جا سکتا تھا۔ شیلا یہی سوچ رہی تھی۔ اگر اُن دونوں سوراخوں سے بھنویں بھی نظر آسکتیں تو شاید وہ اُسے پہچاننے کی کوشش کرتی۔ اُسے یقین تھا کہ نقاب پوش نہ صرف آواز بدل کر بولتا ہے بلکہ اپنے بعض مخصوص لہجوں کو بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

"تم کیا سوچ رہی ہو محترمہ شیلا....!" نقاب پوش نے پوچھا۔

"یہی کہ تم.... بے حد کمینے آدمی ہو۔"

"ایڈونچرس کہو.... کمینہ موزوں لفظ نہیں ہے۔ ویسے اگر کسی شریف لڑکی نے کہا ہوتا تو سوچتا ٹھیک ہی کہہ رہی ہوگی۔"

"تمہیں مجھ میں کون سا کمینہ پن نظر آتا ہے۔"

"ہر ماہ عاشق بدل دینا.... شریفوں کا شیوہ تو نہیں۔"

"عاشق....!" شیلا کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نظر آئی۔ پھر اُس نے کہا۔ "لوگ میرے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میرا آج تک کسی سے جنسی رشتہ نہیں رہا۔ تم نے.... لیکن تم نے سور کے بچے.... مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا.... وہ میرے عاشق نہیں.... صرف

دوست ہوتے ہیں۔"

"پچھلی رات جو کچھ ہوا اُسے بھی ایڈونچر ہی سمجھ لو.... اتنی اہمیت کیوں دیتی ہو اُسے تم تو ایک بہت ہی آزاد خیال گھرانے کی فرد ہو۔ یہ عصمت و سمت سب ڈھکوسلے ہیں۔ جیو اور خوش رہ کر جیو.... ساری خواہشات پوری کر ڈالو کہ عالم دوبار نیست....!"

"کیا تم اپنی بہن کے متعلق بھی یہی سوچ سکو گے۔"

"کیوں نہیں...کیوں نہیں... آج کل میری بہن ایک فرانسیسی مصور انجوائے کر رہی ہے۔"

"بے شرم! ذلیل....!"

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "محترمہ شیلا۔ اُن دوستوں پر کیا گذرتی ہو گی جو ایک ماہ بعد تمہاری دوستی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ دیکھو کوئی مرد کسی لڑکی سے ملتے وقت یہی چیز ذہن میں رکھتا ہے کہ جنسی رشتہ قائم کرنے کے سلسلے میں یہ پہلا قدم ہے۔"

"اگر وہ اتنی غلط بات سوچ سکتا ہے تو اس میں لڑکی کا کیا قصور....!"

"مجھے ان لوگوں پر رحم آتا ہے، جو آج بھی تمہارے لئے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہوں گے۔"

"بکواس بند کرو.... نکالو مجھے اس تہہ خانے سے.... میں گھر جاؤں گی۔"

"اتنی جلدی! مہینہ تو پورا ہونے دو.... ورنہ تمہاری زندگی کی بس کا یہ ٹرپ خالی جائے گا۔"

"شٹ اپ.... حرامی کے پلے....!"

"اس بار ایک عاشق درانہ تمہاری زندگی میں گھس آیا ہے۔"

"میں یہاں قید نہیں رہ سکتی۔" وہ کھڑی ہو کر ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

"پورے ایک ماہ محترمہ شیلا....اس سے پہلے ممکن نہیں۔"

"میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔" شیلا اُس کی طرف جھپٹی۔ نقاب پوش نے اٹھ کر اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور وہ اچھل اچھل کر اُس کے چہرے پر اپنا سر دے مارنے کی کوشش کرنے لگی۔ لاتیں تو چل ہی رہی تھیں۔ اس جدوجہد میں اُس کی حالت مضحکہ خیز ہو گئی تھی۔ پیٹی لوٹ اور بلاؤز تو پہلے ہی سے شکستہ و دریدہ ہو رہے تھے۔ اب بلاؤز کے بٹن بھی کھل گئے۔ لیکن شیلا پر تو جیسے کسی قسم کا دورہ پڑ گیا تھا۔ چیخ چیخ کر اچھل کود رہی تھی۔

دفعتاً وہ اُسے مسہری کی طرف دھکیل لے گیا اور پھر اس زور کا دھکا دیا کہ وہ اچھل کر مسہری

پر جا پڑی۔ لیکن اُس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بازوؤں میں منہ چھپائے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

وہ رو رہی تھی اور نقاب پوش قہقہے لگا رہا تھا۔

"مجھے مہیش یاد آ رہا ہے محترمہ شیلا جس نے رو رو کر تمہیں اپنے عشق کی کہانی سنائی تھی اور تم اُس وقت قہقہے لگا رہی تھیں اُس کا مضحکہ اڑا رہی تھیں۔ مجھے روپ چند یاد آ رہا ہے جس نے گڑگڑا کر تم سے استدعا کی تھی کہ اُسے نہ ٹھکراؤ لیکن تم نے اُس کے منہ پر تھوک دیا تھا۔ مجھے سیتہ پال یاد آ رہا ہے، جسے ٹی بی ہو گئی تمہارا ساتھ چھوٹنے کے غم میں۔ مجھے سوشیل یاد آ رہا ہے جس نے خود کو تباہ کر لیا تم سے بچھڑ کر.... وہ سب تم سے تمہاری محبت کی بھیک مانگ رہے تھے اور تم انہیں مالیخولیا کے شکار ثابت کرنے پر تل گئی تھیں.. روئے جاؤ... میں بڑا سکون محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ بس روئے جا رہی تھی۔

نقاب پوش آرام کرسی میں نیم دراز ہو گیا.... وقت تیزی سے گذر رہا تھا۔ شیلا کی ہچکیاں اب آہستہ آہستہ سسکیوں میں تبدیل ہوتی جا رہی تھیں۔

پھر کچھ دیر بعد وہ بالکل ہی خاموش ہو گئی.... لیکن اب بھی اوندھی پڑی ہوئی تھی اور چہرہ بازوؤں میں چھپا ہوا تھا۔

"چھی....!" نقاب پوش بولا۔ "تم ایک الٹرا موڈرن لڑکی ہو.... اور ایڈونچر کی رسیا بھی اس سچویشن سے تو تمہیں کافی محظوظ ہونا چاہئے تھا۔ ویسے میں تو کافی محظوظ ہوا ہوں.... بڑی بخت آور رات تھی جب تم اتفاقاً ہاتھ لگی تھیں۔ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ تم اُس سنسان سڑک پر تنہا مل جاؤ گی۔"

شیلا کچھ بھی نہ بولی.... تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر نقاب پوش نے کہا۔ "ابھی نہیں کچھ دن گذرنے پر تمہیں اُس بے پناہ لذت کا اندازہ ہو گا.... تم سوچو گی اور گھنٹوں محظوظ ہوتی رہو گی.... میں نے تم پر احسان کیا ہے محترمہ شیلا....!"

"جاؤ.... چلے جاؤ....!" شیلا نے بدقت کہا۔

نقاب پوش ہنسنے لگا۔

"اب مجھے ذرا اپنی طاقت کا اندازہ بھی لگانا ہے۔ اتفاقاً یہ موقع بھی ہاتھ آ گیا.... دیکھوں گا

کہ یہ فریدی صاحب کتنے پانی میں ہیں۔ تعریف تو بہت سن رکھی ہے۔"

"وہ تمہیں جہنم میں پہنچادے گا....!" شیلا سر اٹھا کر کسی زخمی بلی کی طرح غرائی۔

"خوش فہمی ہے تمہاری محترمہ شیلا....!" نقاب پوش ہنس کر بولا۔ "ویسے آپ نے تو اُس پر بھی جال پھینکنے کی کوشش ضرور کرڈالی ہوگی۔ کیونکہ آپ کے پاپا کا ماتحت بھی ہے سہل الحصول! کیا خیال ہے.... بڑا سجیلا جوان ہے۔"

"بکواس بند کرو.... میں اُن کا بے حد احترام کرتی ہوں۔ ہمیشہ ایک چھوٹی بہن کی نظر سے دیکھا ہے انہیں۔"

"تو پھر سارجنٹ حمید کے ہتھے ضرور چڑھی ہوگی.... وہ کافی دل پھینک مشہور ہے۔"

"اُس سے آج تک بات کرنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔"

"خیر میں کیسا لگا تم کو.... یقین کرو.... بہت خوبصورت آدمی ہوں.... اگر صورت دیکھ لو تو مجھے یقین ہے کہ ہماری دوستی میں ایک ماہ کی توسیع ہو جائے گی۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔" شیلا جھلا کر چیخی۔

نقاب پوش پھر ہنسنے لگا۔

پھر کچھ دیر بعد وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔ شیلا اب بھی اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ نقاب پوش بدستور آرام کرسی میں دراز تھا۔

دفعتاً بزر کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

"اچھا....!" نقاب پوش اٹھتا ہوا بولا۔ "اب تم سو جاؤ.... رات کو پھر ملاقات ہوگی۔ لیکن خدا کے لئے شمشیر برہنہ کی طرح نہ ملنا.... یقین کرو میں تمہارے معیار حسن پر ضرور پورا اُتروں گا بشرطیکہ میرا چہرہ دیکھ سکو.... اچھا ٹاٹا۔"

نیا شکار

ڈاک بنگلہ زیادہ دور نہیں تھا وہاں ایک بوڑھے سے چوکیدار نے ان کا خیر مقدم کیا اور بولا۔

"صاحب میں چائے کے علاوہ اور کچھ نہ مہیا کرسکوں گا.... وہ بھی ڈبے کے دودھ کی ہوگی۔"

"یار گاڑی سے تو اترنے دو۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور چوکیدار "ہی ہی ہی" کرتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر اندر آئے۔ کمرے میں ایک پلنگ اور دو تین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں.... فریدی اب بھی کسی سوچ میں گم تھا.... اُس نے نیا سگار نکال کر اُس کا ایک سرا پنکچر کیا اور دانتوں میں دبا کر سلگانے لگا۔

حمید کمرے کا جائزہ لے رہا تھا.... پھر وہ پلنگ پر ڈھیر ہو کر اونگھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ فریدی بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ بوڑھا چوکیدار کچھ کار آمد ثابت ہو سکے۔"

"بہت زیادہ....!" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ "چماریاں تو مہیا ہی کر سکے گا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اب وہ دروازے میں کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہو سکتا ہے شیلا راہ بھٹک کر ادھر ہی آ نکلی ہو۔ وہ راستہ کسی انجان آدمی کو دھوکا دے سکتا ہے۔"

"آپ اُسے انجان کیوں سمجھ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے پہلے بھی ادھر آتی رہی ہو۔"

"نہیں.... نسرین نے سوپر کی موجودگی ہی میں اُسے راستے کی تفصیل بتائی تھی اور ایک نقشہ بھی بنا کر دیا تھا۔"

"خود سوپر کا کیا خیال ہے۔"

"اُن کا بھی خیال ہے کہ یہ اغواء ہی کا کیس ہے۔"

اتنے میں بوڑھا چائے لایا.... کپ اور ساسر صفائی سے دھوئے گئے تھے۔ البتہ چائے.... ریڈی میڈ ہی قسم کی تھی اور ایلومینیم کی آدھی کالی اور آدھی سفید کیتلی دیکھ کر حمید کو کراہیت تو محسوس ہوئی تھی لیکن تازہ چائے تھرموس کی چائے سے بہر حال بہتر ہوتی ہے۔

وہ چائے پیتے رہے اور چوکیدار قریب ہی ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

"ادھر سے تو بڑے بڑے لوگ گذرتے ہوں گے۔" فریدی نے اُس سے پوچھا۔

"جی صاحب۔"

"ہاں دیکھو.... تین دن پہلے کوئی لڑکی بھی ادھر آئی تھی۔"

"جی میاں بیوی آئے تھے ایک.... مگر دونوں الگ الگ گاڑیوں میں تھے۔"

فریدی نے عورت کا حلیہ خود ہی بیان کیا جس پر چوکیدار صاد کرتا رہا.... یہ شیلا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن مرد؟ چوکیدار کہہ رہا تھا۔

"انہوں نے یہاں رک کر چائے بنوائی تھی۔ لیکن شوہر نے چائے خود نہیں پی تھی۔"

"شوہر کیسا تھا؟ ذرا اُس کی صورت شکل کے بارے میں بھی بتاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"پتہ نہیں صاحب! رات کو آئے تھے۔ لیمپ میں اچھی روشنی نہیں ہوتی۔ اُس نے اپنے لمبے کوٹ کے کالر کھڑے کر رکھے تھے۔ سردی بہت تھی جناب اور پھر ادھر کھلے میں یوں بھی سردی زیادہ معلوم ہوتی ہے.... اس سال تو میرے پاس گرم کوٹ بھی نہیں ہے۔ پچھلے سال ایک صاحب نے بخشش دیا تھا.... وہ میرا لڑکا اٹھا لے گیا۔ اب سوچتا ہوں یہ سردیاں کیسے کٹیں گی۔"

"میں تمہیں کوٹ دوں گا۔" فریدی نے کہا۔ "اُن دونوں گاڑیوں کے بارے میں کچھ بتا سکو گے۔"

"اندھیرا تھا جناب.... لل.... لیکن ایک گاڑی.... کچھ جانی پہچانی سی تھی۔"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ فریدی استفہامیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "جی وہ شائد نربدا اسٹیٹ کی گاڑی تھی۔"

"نربدا اسٹیٹ....!" فریدی نے طویل سانس لی.... بغور اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر پوچھا۔ "کوئی خاص پہچان ہے.... نربدا اسٹیٹ کی گاڑیوں کی۔"

"جی ہاں.... اُن پر آگے پیلی جھنڈیاں ہوتی ہیں جن پر پروش کھوپڑے کی تصویر بنی ہوتی ہے۔"

"ہوں.... اچھا.... کیا وہ لڑکی اُس آدمی سے ہنس بول رہی تھی۔"

"پتہ نہیں صاحب.... لیکن بار بار اُس کا شکریہ ضرور ادا کر رہی تھی۔ تب میں نے بھی سوچا تھا کہ شائد میاں بیوی نہ بھی ہوں۔"

مرد کی صورت تم نے نہیں دیکھی تھی۔

"نہیں صاحب....!"

پھر خاموشی چھا گئی.... وہ چائے پیتے رہے۔ فریدی نے کپ خالی کر کے سگار سلگایا اور حمید مسہری پر لیٹ کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

چوکیدار برتن سمیٹ لے گیا تھا۔

"تو یہ نربدا اسٹیٹ....!" حمید نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سنا ہے راجہ صاحب بہت زیادہ عیاشی فرماتے ہیں۔ پانچ سال سے کسی کو صورت نہیں دکھائی۔"

"کیا مطلب.....!" حمید اٹھ بیٹھا۔

"اپنے محل کے کسی حصے میں گوشہ نشین ہوگئے ہیں۔ وہیں سب کچھ ہوتا ہے۔"

"تو پانچ سال سے اُسے کسی نے دیکھا ہی نہیں۔"

"یہی سنا ہے۔"

"تب تو.....!"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ سگار دانتوں میں دبائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

"تو کیا اب نربدا اسٹیٹ...." حمید نے دوبارہ ڈھیر ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے۔" فریدی نے کہا اور پھر باہر دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "آؤ۔"

وہ باہر آئے چوکیدار کار کی طرف دوڑا آیا۔

فریدی نے اندر سے اپنا اوور کوٹ نکال کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "سردیاں اچھی گذریں گی۔"

نیا کوٹ دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گیا۔ پھر فریدی نے دس کا ایک نوٹ بھی پرس سے نکالا۔

"دوپہر کے لئے مرغی پکا رکھوں سرکار....؟" چوکیدار نے لرزتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"نہیں اب اِدھر آنا نہیں ہوگا۔" اُس نے کہا۔

چوکیدار دل کھول کر دعائیں دے رہا تھا۔ وہ پھر چل پڑے۔

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"لوہے لگ جائیں گے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب.....!"

"سرکار دولت مدار کے فرزندان دلبند ہیں.... سوپر کو رپورٹ دینی پڑے گی۔ اگر آفیشل طور پر کچھ ہدایات ملیں تو راجہ تیج بھان سے بھی ملنے کی کوشش کریں گے۔"

"اگر سوپر صاحب ڈھیلے پڑ گئے تو۔"

"وہ جانیں.....!"

"بڑی لاپروائی سے بات کر رہے ہیں آپ۔"

"تمہیں سوریا اسٹیٹ والی بات یاد ہے نا.... وائسرائے مداخلت کر بیٹھا تھا.... کیسی ہیٹی ہوئی تھی۔ ہمارے مارش اسمتھ صاحب بھی ہاتھ ملتے رہ گئے تھے۔"

"ہے تو کچھ یونہی....!"

"بس پھر ختم کرو۔"

"لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ راجہ تیج بھان ہی رہا ہو.... اسٹیٹ کا کوئی دوسرا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ اسٹیٹ ہی کی کوئی گاڑی استعمال کر بیٹھا ہو۔"

"ممکن ہے.... لیکن وہ اُس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔ اس لئے اغواء.... سوچنا پڑے گا بھئی....!" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔

"کیوں نہ ہم یونیورسٹی سے شروع کریں۔" حمید بولا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں.... ہو سکتا ہے وہ اُس کا کوئی دل جلا عاشق ہی رہا ہو.... یہاں مل گیا ہو.... صحیح راہ پر لگا دینے کی پیش کش کی ہو.... اور اُس کے بعد زبردستی پر اُتر آیا ہو.... کیونکہ وہ بٹن بھی تو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ کیڈی پختہ سڑک پر فراٹے بھرتی رہی۔ حمید اونگھنے لگا تھا کچھ دور چل کر فریدی نے گاڑی پھر ایک کچے راستے پر موڑ دی۔

اور پھر حمید اُس وقت چونکا تھا جب کیڈی ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی تھی۔ فریدی دروازہ کھول کر اتر رہا تھا۔

پھر اُس نے اسے سرکنڈوں کی جڑوں میں پھنسے ہوئے سرخ رنگ کے ایک رومال کو اٹھاتے دیکھا۔

حمید بھی نیچے اُتر آیا۔

❁

شیلا آرام کرسی میں نیم دراز تھی۔ جسم پر ابھی تک وہی شکستہ لباس موجود تھا۔ بڑی تھکن محسوس کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عرصہ سے بیمار ہو۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس عذاب سے کس طرح نجات ملے گی۔ وہ ایک تفریح پسند لڑکی تھی۔ روزانہ نئے دوست بنانے کی خواہش مندر ہتی تھی۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ کبھی

کسی سے جنسی تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے۔

اُس نے ذہن پر لاکھ زور ڈالا لیکن اندازہ نہ کر سکی کہ یہ نقاب پوش کون ہو سکتا ہے۔ ویسے اُسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ آواز بدل کر گفتگو کرتا ہے.... وہ بھی اکثر سوچتی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا کوئی ایسا دوست ہی ہو جس نے اُس سے غیر ضروری توقعات وابستہ کر رکھی ہوں اور ناکامی کی صورت میں ایسی حرکت کر بیٹھا ہو۔

وہ اس وقت بھی یہی سوچ رہی تھی.... دفعتاً دروازے کے سرکنے کی آواز آئی اور وہ چونک کر مڑی۔ نقاب پوش اندر داخل ہو رہا تھا.... اور اُس کے ہاتھوں پر ایک بیہوش عورت تھی جسے اُس نے مسہری پر ڈال دیا۔

یہ عورت نہیں بلکہ ایک نوخیز لڑکی تھی۔ معصوم صورت.... بیہوشی میں ایسی لگ رہی تھی جیسے ابھی تھک کر گہری نیند سو گئی ہو۔ جوانی اور بچپن گلے مل رہے تھے اُس کے خدوخال میں...! دونوں کی الوداعی ملاقات....!

"بہت غور سے دیکھ رہی ہو شیلا.... کیا اسے پہچانتی ہو۔" نقاب پوش نے پوچھا۔

"نہیں.... یہ کون ہے.... اسے یہاں کیوں لائے ہو۔"

"ہوں....!" نقاب پوش نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میری البم کی ایک تصویر! میری جنسیت ہر معاملے میں ورائٹی چاہتی ہے محترمہ شیلا....!"

"کیا مطلب....!"

"گھبراؤ نہیں.... تمہاری حیثیت صرف ایک تماشائی کی سی ہو گی۔"

"نہیں....!" شیلا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"نیا تجربہ....!" نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔

"میں تمہیں جان سے مار دوں گی.... لے جاؤ اسے یہاں سے۔"

"ذرا سوچو.... ٹھنڈے دل سے غور کرو.... لذت محسوس کرو گی۔"

"میں کہتی ہوں.... دفع ہو جاؤ.... ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔"

نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔ شیلا غصے سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ ہاتھ میں ریوالور ہوتا تو بے دریغ اُسے گولی مار دیتی۔ نقاب پوش مسہری پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ شیلا کا دماغ ٹھنڈا ہوتا

گیااور اُس نے پوچھا کہ لڑکی بیہوش کیوں ہے۔

"بیہوش ہی کر کے لائی گئی تھی.... ابھی تک ہوش نہیں آیا۔" نقاب پوش نے جواب دیا۔

شیلا نے پھر اُس کے معصوم چہرے پر نظر ڈالی اور کانپ گئی۔ کاش وہ اُسے محفوظ کر سکتی۔ وہ سوچنے لگی۔ یہ عمر اس تباہی کی متحمل نہ ہو سکے گی.... وہ اُسے کیسے بچائے.... کیسے بچائے۔ خود تو تباہ ہو چکی تھی لیکن یہ ننھی سی کومل کلی ابھی پھول بننے کے لائق نہیں ہے۔ اس کی پنکھڑیاں منتشر ہو جائیں گی.... پوری زندگی ایک بھیانک عذاب بن جائے گی.... اے بھگوان.... اے خدا.... اسے محفوظ رکھ.... اسے بچالے پرماتما۔"

"کک.... کیا تم اسے راہ پر لا سکو گے۔" اُس نے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"کیوں نہیں.... کیا تم اپنا تجربہ بھول گئیں۔" نقاب پوش نے فاتحانہ انداز میں کہا اور شیلا ڈھٹائی سے مسکرا پڑی.... حالانکہ اس مسکراہٹ نے اُس کی روح پر ایسی ضربیں لگائی تھیں کہ دل ہی جانتا تھا۔

"نہیں....!" وہ ٹھنکی۔ "ایسے نہیں.... تم اسے مجھ پر چھوڑ جاؤ.... میں راہ پر لاؤں گی۔"

"تم....!" نقاب پوش کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کیوں؟.... اوہ.... دیکھو....!" اُس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے کہنے کے مطابق میں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے.... واقعی سنسنی خیز.... دلچسپ.... انوکھی سچویشن .... بس اب جاؤ.... میں ٹھیک کرلوں گی۔"

نقاب پوش اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ آپ ہی آپ ہنس پڑا اور شیلا اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"آپ کے فریدی صاحب ڈاک بنگلے تک تو پہنچ گئے ہیں۔"

"اب اپنی خیر مناؤ.... میں کہتی ہوں اب بھی غنیمت ہے، مجھے گھر پہنچا دو۔"

"فریدی جیسے گدھے میرے بوٹ چاٹتے ہیں۔ مطمئن رہو.... اگر وہ مجھ تک پہنچ بھی گیا تو میرا کیا بگاڑ لے گا۔ ایک بار یہ تجربہ بھی سہی.... مجھے نئے تجربات کا خبط ہے، محترمہ شیلا۔"

شیلا کچھ نہ بولی۔

"اچھا.... میں جا رہا ہوں...." وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "دیکھوں گا کہ تم کتنی باصلاحیت ہو۔"

"دفع ہو جاؤ....!" شیلا ہاتھ ہلا کر بولی۔

تھوڑی دیر بعد وہ لڑکی پر جھکی ہوئی اُس کی پلکیں اٹھا رہی تھی۔ پھر چلو میں پانی لے کر اُس کے منہ پر چھینٹے دیئے۔ آخر کچھ دیر کی جدوجہد اُسے ہوش میں لے آئی.... لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو۔ رہ رہ کر اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگتی تھی جیسے اندھیرے میں کوئی چیز تلاش کر رہی ہو!"

شیلا نے اُسے ہلایا جلایا اور آوازیں دیں.... تب وہ اٹھ بیٹھی اور سہمے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"مم.... میں.... آپ کون ہیں۔" اُس نے شیلا سے پوچھا۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے۔'

"ٹھیک ہوں۔" وہ مسہری سے اترتی ہوئی بولی اور خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "میں کہاں ہوں۔"

"میں بھی نہیں جانتی کہ میں خود کہاں ہوں۔" شیلا نے جواب دیا۔ چند لمحے تشویش کن نظروں سے اُسے دیکھتی رہی پھر پوچھا۔ "تم کہاں رہتی ہو۔"

"مم.... میں نصیر آباد میں.... لیکن یہ کون سی جگہ ہے.... باجی کہاں ہیں۔"

"کون باجی....!"

"بیگم سعید....!"

"میں کسی بیگم سعید کو نہیں جانتی۔"

"اُوہ.... میں اُن سے پڑھنے آئی تھی.... انہوں نے ابھی مجھے چائے پلائی تھی۔ کہا تھا تم پیئو.... میں ذرا باورچی خانہ تک ہو آؤں.... وہ کہاں ہیں۔"

شیلا نے طویل سانس لی اور سوچا پتہ نہیں کتنی دیر بیہوش رہی ہے بیچاری۔

"تم کس تاریخ کو بیگم سعید سے پڑھنے گئی تھیں۔" اُس نے پوچھا۔

"تت.... تاریخ....جی....وہ تیرہ دسمبر تھی شاید۔!"

"آج سولہ دسمبر ہے۔"

"مذاق نہ کیجئے.... میں اب گھر جاؤں گی۔ کیا وقت ہوا ہے۔"

"میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔"

"اچھا مجھے اب گھر جانے دیجئے.... باجی.... پتہ نہیں کہاں چلی گئیں۔ اکثر اسی طرح غائب ہو جاتی ہیں مجھے بٹھا کر۔"

شیلا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُس سے کیا کہے۔ اُسے کس طرح بتائے کہ وہ نصیر آباد سے اغواء کر کے لائی گئی ہے۔ لیکن وہ اُسے اندھیرے میں کیونکر رکھ سکتی تھی۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح اُس نے اُسے بتایا.... پہلے تو وہ متحیر رہ گئی پھر بُری طرح رو پڑی۔ ہچکیاں لگ گئیں۔

شیلا بدقت تمام اُسے چپ کرانے میں کامیاب ہوئی۔ اُس نے بتایا کہ بیگم سعید اس کے اسکول کی ہیڈ مسٹرس تھی۔ چونکہ اُس کے والدین اتنی استطاعت نہیں رکھتے تھے کہ اُس کے لئے پرائیویٹ ٹیوشن کا بھی انتظام کر سکتے اس لئے پرانی جان پہچان کی بناء پر انہوں نے بیگم سعید سے درخواست کی تھی کہ وہ اُسے اپنے گھر پر پڑھا دیا کرے۔ وہ آدھے میل کی مسافت طے کر کے روزانہ اُس سے پڑھنے جاتی تھی۔

شیلا سمجھ گئی کہ اُسے چائے میں کوئی خواب آور دوا دی گئی ہو گی۔ لیکن متواتر تین دن تک بیہوش رہنا سمجھ میں نہ آسکا۔ ہو سکتا ہے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مورفیا کے انجکشن دیئے گئے ہوں۔

"لیکن مجھے یہاں لایا کون....؟"

"میں نہیں جانتی.... وہ اپنا چہرہ نقاب میں چھپائے رہتا ہے۔"

"آپ.... آپ کون ہیں۔"

"میں....!" شیلا نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں بھی تمہاری طرح ہی لائی گئی ہوں۔"

اُس کے عشاق

شیلا کے باپ نے رومال دیکھا لیکن یقین کے ساتھ نہ کہہ سکا کہ وہ شیلا ہی کا ہو گا۔ نربدا سٹیٹ کے نام ہی پر وہ سناٹے میں آ گیا تھا۔ اسٹیٹ کا والی راجہ تیج بھان بدنام آدمی تھا۔ عیاشی کے معاملے میں اُس کا نام دور دور تک مشہور تھا.... عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اب تو اُس کی عیاشیاں فرائض منصبی میں حارج ہونے لگی تھیں پچھلے پانچ سال سے اُسے کسی نے دیکھا ہی نہیں

تھا۔ اپنے مخصوص محلات میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔

ریاست کا نظم و نسق سو فیصد اہلکاروں کا مرہون منت تھا۔ ملکہ وکٹوریہ کو اپنے عہد کے راجہ کی نہ جانے کون سی ادا بھاگئی تھی کہ اس چھوٹی سی ریاست کو بھی لامحدود اختیارات تفویض کر دیئے تھے اور انہیں اختیارات کے کھونٹے کے بل پر حکمرانوں کی انانیت کی بچھیا کودتی رہتی تھی۔ موجودہ راجہ کے پیشروؤں نے بھی اپنے نظام کے جھنڈے گاڑے تھے اور اب شاید یہ بھی انہیں کے نقش قدم پر چل نکلا تھا۔ شیلا کے باپ نے فریدی کو بتایا کہ خاص نربدا اسٹیٹ میں تو دن دہاڑے راہ چلتی لڑکیاں اٹھتی رہتی ہیں۔ راجہ کی آڑ میں اہلکار تک جی بھر کے کھلم کھلا شکار کھیلتے ہیں۔ ان مظالم کی نہ کوئی داد ہے نہ فریاد.... آخر کوئی کس کے آگے روئے.... ظالم سے ظلم کی شکایت کا کیا جواب مل سکے گا۔

فی الحال فریدی نربدا اسٹیٹ کا رخ کرنے کی بجائے یونیورسٹی کی طرف متوجہ ہو گیا اور حمید فدیلی کی طرف.... وہ اُس کے لئے اُس کی واحد تفریح تھی۔ زیادہ ملاقاتیں ہائی سرکل نائٹ کلب ہی میں ہوتی تھیں! آج جس وقت وہ منیجر کے کمرے میں داخل ہوا وہ فرش پر اکڑوں بیٹھا فدیلی کی سینڈلوں پر جھاڑن پھیر رہا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور غصیلے لہجے میں بولا۔

"یہ شریفوں کا آبائی پیشہ ہے۔" حمید نے فدیلی کی سینڈلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور فدیلی بیساختہ ہنس پڑی، "نہیں اس کیلئے کچھ نہ کہو سارجنٹ.... دراصل ہم دونوں نے شرط لگائی تھی، میں کہہ رہی تھی کہ تم میری سینڈلیں نہیں صاف کر سکتے یہ فرما رہے تھے کر سکتا ہوں۔ آخر پانچ پانچ روپیوں کی شرط لگ گئی۔ جیت لی بھئی شرط انہوں نے اب پانچ روپے مجھے دینے پڑیں گے۔"

"یہ شریفوں کا شیوہ نہیں ہے کہ دروازہ پر دستک دیئے بغیر اس طرح اندر گھس آئیں۔"

وہ دونوں ہنستے رہے اور منیجر بُرا سا منہ بنائے بیٹھا رہا۔

"سنا ہے فریدی صاحب نے اُس رات باہر لے جا کر تمہاری خاصی پٹائی کی تھی۔" فدیلی نے حمید سے کہا۔

"ضرور کرتے.... لیکن میں نے اُن سے فوراً وعدہ کر لیا کہ انہیں تم سے ملا دوں گا۔"

"واقعی....!" فدیلی خوش ہو کر بولی۔ "بڑا شاندار آدمی ہے تمہارا چیف....!"

"اللہ رحم کرے....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیوں....؟ کیوں؟" فدیلی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"اس آدمی کی شانداریت نے تو میری مٹی پلید کرر کھی ہے۔"

"کیوں....؟"

"اب تم انہیں کے خواب دیکھا کرو گی۔"

"خواب تو میں صرف ان کے دیکھتی ہوں۔" فدیلی منیجر کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ "ڈارلنگ تم نے ابھی تک کافی نہیں منگوائی۔ کریم کے ساتھ پیئوں گی اور ڈارلنگ وہ کیا شعر تھا۔"

منیجر نے گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن فدیلی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹھنک کر بولی۔

"نہیں خود جاؤ.... اور خود ہی کافی کی ٹرے بھی اٹھا کر لاؤ۔"

"یعنی.... کہ مم.... میں....!"

"ہوں.... اُوں.... کیا حرج ہے۔ میرے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتے۔"

"بقول شاعر....!" منیجر مسکراکر اٹھتا ہوا بولا۔

"شعر نہ پڑھنا اچھا۔" حمید نے آنکھیں نکالیں۔ "ورنہ مہابھارت برپا کردوں گا۔"

"آپ تشریف لے جاسکتے ہیں جناب۔" منیجر بھی جھلا کر پلٹا۔ "آپ کی موجودگی اس وقت ضروری نہیں ہے۔"

"جاؤ.... نہیں تو میری موجودگی تمہاری قبر میں بھی ضروری ہو جائے گی۔" حمید غرایا اور منیجر غصیلے لہجے میں کچھ بڑبڑاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی۔ پریشان کرتے ہو بیچارے کو...." فدیلی نے حمید سے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"اس بیچارے کو ملک الشترا بنائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"سنا ہے آج کل تم بہت پریشان ہو۔ شیلا کا کچھ پتہ چلا۔"

"کیا تم اُسے جانتی ہو۔"

"ایک بار کہیں ملاقات ہوئی تھی۔ بڑی زندہ دل لڑکی تھی۔"

"اور کیا جانتی ہو اُس کے متعلق....!"

"میری کئی دوست یونیورسٹی میں ہیں.... اُن سے اکثر اُس کا تذکرہ رہا ہے.... کافی دل

پھینک بھی تھی۔"

"اور کیا سنا اُس کے متعلق....!"

"ہر ماہ نیا دوست بناتی تھی اور اس طرح رہتی تھی اُس کے ساتھ جیسے اگلے ہی ہفتے دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ پھر ایک ماہ بعد اُسے دھتا بنا کر کسی دوسرے سے پینگیں بڑھاتی تھی۔ ابھی حال ہی میں انگریزی کا ایک لیکچرر بھی اُس کے چکر میں پھنس گیا تھا۔ میں نے اُسے دیکھا ہے وہ تو کنواری لڑکیوں کی طرح شرمیلا ہے۔"

"کس ملک کی کنواری لڑکیوں کی طرح شرمیلا ہے۔" حمید نے وضاحت طلب کی۔

"چوٹ کر رہے ہو پیارے انگلستان پر....!" وہ بائیں آنکھ دبا کر بولی۔

اتنے میں منیجر کھکھارتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اُس کے پیچھے ویٹر تھا جس نے ہاتھوں پر کافی کی ٹرے اٹھا رکھی تھی۔

"خود نہیں لائے اٹھا کر....!" فدیلی آنکھیں نکال کر غرائی اور ویٹر منہ پھیر کر مسکرانے لگا۔

"ویٹروں کے سامنے تو....!" منیجر انگریزی میں ہکلایا۔

"چلو.... خیر.... اب تم ہی تین کپ بنا بھی دو....!" فدیلی نے کہا۔

ویٹر جا چکا تھا۔ حمید نے جیب سے پائپ نکالا اور اس میں تمباکو بھرنے لگا۔ منیجر نہ جانے کیوں بار بار اُسے معنی خیز انداز میں گھورنے لگتا تھا۔

طوعاً و کرہاً اُس نے تین پیالیوں میں کافی انڈیلی اور چمچے سے شکر ملانے لگا۔

فدیلی خاموشی سے خلاء میں گھورے جا رہی تھی اور حمید پائپ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔

"لیجئے۔" منیجر نے حمید کی طرف پیالی کھسکاتے ہوئے اس انداز میں کہا جیسے کہہ رہا ہو "زہر مار فرمایئے۔"

حمید نے اُس کی طرف دیکھے بغیر پیالی اٹھا کر ایک چسکی لی اور فدیلی کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرانے لگا۔ جواباً وہ بھی مسکرائی اور منیجر اس طرح کھکھارا جیسے حلق میں لوہے کا ٹکڑا اٹک گیا ہو۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ تینوں خاموشی سے کافی پیتے رہے۔

تھوڑی دیر بعد فدیلی نے منیجر سے بڑے پیار سے پوچھا۔ "تم میرے باپ کونل ہڈسن کو جانتے ہو پیارے۔"

"جانتا ہوں۔"

"نہیں جانتے۔" فدیلی نے اٹھلا کر کہا۔ "اگر وہ سن پائیں کہ میری بیٹی ایک بوڑھے پر عاشق ہو گئی ہے تو وہ بیٹی کو تو کچھ نہ کہیں گے لیکن بوڑھے کو ضرور گولی مار دیں گے۔"

"کک.... کیوں....!" منیجر بوکھلا کر ہکلایا۔

"وہ اسی ٹائپ کے ہیں کان نہیں ٹٹولتے کوے کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔"

منیجر کے تھوک نگلنے کی "ٹرچ" ان دونوں نے بھی سنی۔

"تو پھر میں مطلع کر دوں تمہارے پاپا کو....!" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"ارے یہ غضب بھی نہ کرنا۔" فدیلی نے بوکھلاہٹ کی ایکٹنگ کی۔

"ضرور کروں گا.... یہ حضرت آخر مجھے سمجھتے کیا ہیں۔"

منیجر بے بسی سے کھکھار کر رہ گیا۔

"ایک بار میرے پاپا نے ایک بوڑھے پر ریوالور نکال لیا تھا ہوٹل ڈی فرانس میں۔ کیونکہ وہ مجھ سے لگاوٹ کی باتیں کر رہا تھا۔"

"اُو... وہ چگی ڈاڑھی والا نا.. میں تو موجود تھا وہاں....!" حمید نے خواہ مخواہ زیٹ ہانک دی۔

"وہی.... وہی....!" فدیلی سر ہلا کر بولی۔ "دیکھا تھا کیسے آپے سے باہر ہو رہے تھے۔"

"ارے باپ.... میں تو کانپ رہا تھا بُری طرح.... کہیں سچ مچ خون خرابا نہ ہو جائے اور تم نے دیکھا تھا انہوں نے بعد میں میری پشت پر کتنے پیار سے ہاتھ پھیرا تھا۔ کہنے لگے تھے اگر تم بیچ میں نہ آ جاتے تو میں اُس خبیث کو یقینی طور پر گولی مار دیتا۔"

"تمہاری ویسے بھی بڑی تعریفیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کاش یہ انگریز ہوتا۔"

"تو اب بنالیں مجھے انگریز...." حمید نے منیجر کو آنکھ مار کر کہا۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں جناب۔" منیجر زہریلے لہجے میں بولا۔

"ان کو بھی ملاؤ کبھی اپنے پاپا سے۔"

"نہیں.... میں انہیں بہت چاہتی ہوں.... ایسا دلکش بوڑھا آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا.... ڈارلنگ تم فرنچ کٹ ڈاڑھی بھی رکھ لو.... تمہارے پڑوسی بکریاں پالنا چھوڑ دیں گے.... دعویٰ ہے میرا....!"

فریدی اُن تمام طلباء سے ملتا پھر رہا تھا جن سے شیلا کے کبھی تعلقات رہ چکے تھے۔ آخر میں انگریزی کے اُس لکچرار سے بھی آٹکرایا جس کے ساتھ ابھی کچھ ہی دنوں سے دیکھی جارہی تھی.... یہ ایک وجیہہ تندرست لیکن شرمیلا نوجوان تھا.... بڑی دھیمی آواز میں گفتگو کرتا اور گفتگو کے درمیان اس طرح سر جھکائے رکھتا جیسے کوئی سعادت مند اور سمجھدار بچہ اپنے بزرگوں کے سامنے مؤدب رہتا ہے! کسی بات پر زور سے کبھی ہنسی نہ آتی۔ بس ہونٹ خفیف سے کھلتے اور شفاف دانتوں کی جھلکیاں سی نظر آکر رہ جاتیں۔

دوسروں سے فریدی کو معلوم ہوا تھا کہ شیلا خود ہی اُس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ورنہ وہ تو کلاس میں خاص طور پر کسی لڑکی سے مخاطب ہونے سے پہلو بچاتا تھا۔ اگر کبھی کوئی لڑکی موضوع زیر بحث سے متعلق کوئی سوال کر بیٹھتی تو جواب دیتے وقت اس طرح ہکلاتا جیسے پرائمری اسکول کے کسی بچے کا سامنا اپنے جلاد قسم کے ہیڈ ماسٹر سے ہو گیا ہو۔

جب فریدی نے اُس سے شیلا کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی تو وہ اور زیادہ ہکلانے لگا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح فریدی کو یہ بتانے میں کامیاب ہو ہی گیا کہ اُن کی ملاقات بہت پرانی نہیں تھی اور اس کی نوعیت بھی محض رسمی تھی۔ کسی خاص قسم کے تعلقات نہیں تھے۔

"آپ کا قیام کہاں ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"زبدا اسٹیٹ میں....!"

"اوہ.... تو روزانہ آتے جاتے ہیں۔"

"جج.... جی ہاں.... کوئی دشواری پیش نہیں آتی.... گاڑی ہے۔"

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "زبدا اسٹیٹ تو بہت ترقی یافتہ ریاست ہے۔"

"جج.... جی ہاں....!"

"راجہ صاحب معقول آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"پتہ نہیں....!"

"سنا ہے راجہ تیج بھان جی.... پانچ سال سے کسی سے ملے نہیں۔"

"جی ہاں.... مجھ سے بھی نہیں ملے.... حالانکہ میرے حقیقی چچا ہیں۔"

"آپ کے کون ہیں؟" فریدی نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے حقیقی چچا ہیں۔"

"اور.... آپ.... مطلب یہ کہ.... یہاں یونیورسٹی میں....!"

"جی.... یہ میرے ذوق کی چیز ہے۔ میرے لئے معاشی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر تنخواہ نہ ملے تب بھی.... یہ شغل جاری رہے گا۔"

"بہت اچھی بات ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سنتوش اس پوچھ گچھ سے اکتا گیا ہو اور جلد از جلد پیچھا چھڑانا چاہتا ہو۔

"ریاستوں میں لوگ نسبتاً شاندار زندگی بسر کرتے ہیں۔" فریدی نے موضوع بدل دیا۔

"میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔" سنتوش اسی طرح دیکھے بغیر بولا۔

"ہر آدمی اپنے ماحول سے اکتایا ہوا ہے۔" فریدی مسکرایا۔ "اس لئے اگر آپ مجھ سے اتفاق نہ کریں تو حیرت کی بات نہیں۔"

"اُس مسئلے پر تو میں آپ سے بحث بھی کر سکتا ہوں۔" سنتوش کے لہجے میں خود اعتمادی کی جھلکیاں بھی شامل تھیں۔

"کیجئے....!" فریدی نے اس طرح ہاتھ پیر پھیلا دیئے جیسے فرصت میں ہو۔

"اُن کتوں کی سی زندگی ہوتی ہے کسی ریاست میں بسنے والوں کی جن کی گردنوں میں خوش رنگ پٹے ہوں اور دونوں وقت پابندی سے راتب بھی مل جاتا ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ہز ہائی نس ان داتا کہلاتے ہیں.... جو بس اسی میں مگن رہتے ہیں کہ اُن کے کتوں کو دونوں وقت باقاعدگی سے راتب مل رہا ہے.... انہوں نے اُن کتوں کا کتا پن تک چھین لیا ہے.... کسی کتے کی بیٹی زبردستی محل میں داخل کرلی گئی ہے، لیکن کتے کی مجال نہیں کہ بھونک بھی سکے۔ البتہ دم ہلانے پر کوئی پابندی نہیں۔"

"بڑے سلیقے سے اظہارِ خیال کر رہے ہیں آپ جناب۔" فریدی ہنس پڑا۔

سنتوش کی آنکھوں میں غصے کی جھلکیاں تھیں اور چہرہ کسی قدر سرخ ہو گیا تھا۔

ہز ہائی نس جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس کی نہ کوئی داد نہ فریاد۔ میری ہی اسٹیٹ کے ایک وکیل

صاحب ایک بات پر قابو سے باہر ہو گئے تھے۔ وائسرائے تک شکائت پہنچانے کی کوشش کی لیکن انہیں درمیان ہی سے کاٹ دیا گیا۔ اُن کی عرض داشت وائسرائے تک پہنچ ہی نہ سکی۔ کیونکہ وائسرائے کا سیکریٹری ہزہائی نس کا دوست تھا۔ پھر وکیل صاحب کی شامت ہی آ گئی.... دن دہاڑے چند بھنگیوں نے اُن کے خاندان کی ساری عورتوں کو خراب کر کے رکھ دیا تھا۔ اچھا یہ بھی طرفہ تماشا تھا کہ ہزہائی نس کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ دیوان صاحب کا دل آ گیا تھا اُس گھرانے کی لڑکی پر.... اور وہ کہیں اُس سے چھیڑ چھاڑ کر بیٹھے تھے۔ وکیل صاحب کو بُرا لگا تھا۔ انہوں نے پہلے ہزہائی نس ہی تک شکائت پہنچانے کی کوشش کی تھی لیکن دیوان صاحب حائل تھے درمیان میں.... اس لئے بات نہ بن سکی۔ اہلکار بھی جو چاہیں کر سکتے ہیں.... اس کے خلاف کہیں شنوائی نہ ہو گی۔"

"میرا خیال ہے کہ شائد آپ نے اسی لئے یونیورسٹی کا رخ کیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے....!" کنور سنتوش کمار نے ٹھنڈی سانس لی۔

"لیکن آخر یہ راجہ تیج بھان جی.... پانچ سال سے غائب کیوں ہیں۔"

سنتوش کمار کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ نظر آئی.... اور اُس نے سر جھکا لیا۔

کچھ دیر بعد فریدی نے پھر پوچھا۔ "کیا بات ہے۔"

"سنکی ہیں....!" کنور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "جس کام میں بھی ہاتھ لگاتے ہیں اُسے انتہا تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ پانچ سال پہلے کی بات ہے بیرپور اسٹیٹ والوں سے شرط ہو گئی تھی کہ وہ دس سال صرف عورتوں ہی میں گذار سکتے ہیں کسی مرد کی شکل دیکھے بغیر.... راجہ بیرپور کا کہنا تھا کہ اگر آدمی صرف ایک ہی سال تک عورتوں میں گھرا رہے کسی مرد کی شکل تک نہ دیکھے تو اُس پر اعصابی دورے پڑنے لگیں گے.... انکل نے کہا بکواس ہے میں دس سال تک عورتوں میں رہنے کے باوجود بھی تندرست ہی رہوں گا.... بات بڑھ گئی اور دس دس کروڑ کی شرط پر معاملہ ختم ہوا.... یہ کہانی ہے اُن کی گوشہ نشینی کی.... اب عالم یہ ہے کہ اُس مخصوص محل میں نر بچہ بھی نہیں داخل ہو سکتا۔ عورتیں ہی عورتیں ہیں.... وہ روزانہ زندگی سے متعلق سارے فرائض انجام دیتی ہیں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔

"جی ہاں ہے تو عجیب ہی۔"

"اچھا یہ لڑکی شیلا.... آپ کی دانست میں کیسی تھی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"یہاں لوگوں کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاصی آوارہ تھی۔"

"میں اُن سے متفق نہیں ہوں....!" کنور سنتوش نے کہا اور سر جھکا لیا۔ فریدی منتظر تھا کہ شائد کچھ اور بھی کہے گا.... لیکن جب وہ کچھ نہ بولا تو فریدی ہی کو پھر چھیڑنا پڑا۔

"صاحب....!" سنتوش جھنجھلا کر بولا۔ "یہاں کی ذہنیتیں خراب ہیں! زہر ہی زہر بھرا ہوا ہے دماغوں میں.... ان کے اپنے دلوں کے چور فوراً بول پڑتے ہیں جب کوئی ایسی مثال سامنے آتی ہے.... وہ صرف ایک ایسی لڑکی تھی، جو اپنے ماحول سے اکتا گئی ہو۔ ہر آن.... زندگی میں نیاپن چاہتی تھی.... روزانہ نئے نئے دوست بناتی تھی لوگ اُسے آوارہ سمجھ بیٹھے تھے.... اپنے یہاں کے تو بے حد پڑھے لکھے لوگ بھی جنسی معاملات میں سڑی بسی دقیانوسی قسم کی بوڑھیوں کی سی ذہنیت رکھتے ہیں۔ کسی لڑکی کو کسی لڑکے سے ہنستے بولتے دیکھا اور خود اُن کے دل کے چور نے نعرہ لگایا۔ "پھنس گئی۔" کیا کہا جائے اس بیہودگی کو۔"

"یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

"اگر وہ غائب بھی ہوئی ہے تو اسے اغواء ہی سمجھنا چاہئے۔ ایسی ہی گھٹیا ذہنیت رکھنے والے کسی عاشق کی حرکت ہو سکتی ہے۔"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں...." فریدی نے کہا۔

"اچھا جناب اب اجازت دیجئے۔" کنور سنتوش نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے کلاس لینا ہے.... افسوس ہے کہ اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہ کر سکا لیکن میں اُس کے متعلق اس سے زیادہ جانتا بھی تو نہیں۔"

درندہ

فریدی واپسی کے لئے مڑ چکا تھا لیکن پھر کسی خیال کے تحت واپس آیا.... اور تیز تیز قدم

اٹھاتا ہوا کنور کے قریب آگیا۔

"معاف کیجئے گا.... ایک بات اور....!"

"فرمایئے.... کوئی بات نہیں۔"

"میں راجہ صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ تو کیا اُن پر شبہ ہے آپ کو۔"

"نہیں.... کیونکہ اُن پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے میرے پاس۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ آپ سے بھی نہ مل سکیں گے.... پچھلے دنوں جنرل ہارورڈ آئے تھے۔ اُن کے کلاس فیلو رہ چکے ہیں چچا صاحب سے انہوں نے ملنا چاہا لیکن انکار ہو گیا۔ پانچ سال سے انہیں کسی نے دیکھا ہی نہیں۔"

"ایک بار مجھے پیرس میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "فزارو کی دوکان پر.... میرے کپڑے بھی اُن دنوں وہیں سلتے تھے.... راجہ صاحب لباس کے معاملے میں بے حد نفاست پسند واقع ہوئے ہیں.... میرا خیال ہے کہ اُن کے کپڑے ملک سے باہر ہی سلتے ہیں۔"

"جی ہاں.. لیکن پتہ نہیں کیوں آج کل قاہرہ سے سلوا رہے ہیں.... بھلا قاہرہ کیا تک ہے۔"

"نہیں صاحب! قاہرہ کی ایک دوکان آج کل پیرس کے فزارو ہی سے ٹکر لے رہی ہے۔" فریدی بولا۔ "میں بھی آج کل وہیں ناپ بھیجتا ہوں۔ خیاط الوقت....! فزارو سے کم نہیں....!"

"اوہو.... جی ہاں شائد خیاط الوقت ہی آج کل اُن کے کپڑے سی رہے ہیں۔" کنور نے کہا۔

"آپ کو یقین ہے۔"

"جی ہاں.... آج کل اُن کا ایک اُوور کوٹ میرے استعمال میں ہے اُس کے بٹنوں پر خیاط الوقت قاہرہ ہی لکھا ہوا ہے۔"

"تب تو ہو سکتا ہے کہ یہ آپ ہی کا بٹن ہو۔" فریدی نے وہ بٹن جیب سے نکالتے ہوئے کہا جو اُسے شیلا کی کار میں ملا تھا۔

"یہ.... یہ.... آپ کو کہاں ملا۔" کنور کے لہجے میں حیرت تھی۔ "جی ہاں اُس کا ایک بٹن ٹوٹ کر کہیں گر گیا تھا۔"

"کب کی بات ہے۔"

"یاد نہیں! کئی دن سے اُسے استعمال نہیں کیا! آج کل صبح ہی سے سردی بھی تھی اور مطلع بھی ابر آلود تھا۔ احتیاطاً لیتا آیا ہوں۔ یہیں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بٹن غائب ہے۔"

"کوٹ آپ نے کب سے نہیں پہنا۔"

"شائد آٹھ یا دس دن پہلے کی بات ہے۔ اسٹیٹ ہی کی ایک تقریب کے موقع پر پہنا تھا.... رات بہت سرد تھی.... لیکن آپ اس سلسلے میں اتنی چھان بین کیوں کر رہے ہیں۔"

"وجہ ہے.... کنور صاحب۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔

"وجہ....!" کنور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں.... یہ بٹن شیلا کی کار میں ملا تھا....؟"

"جی....!" کنور اچھل پڑا۔ اُس کی آنکھیں حیرت اور خوف میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"جی ہاں.... اسی لئے چھان بین ضروری ہے۔"

"لل.... لیکن.... وہ کبھی میرے ساتھ کہیں نہیں گئی۔" کنور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "یہ بٹن.... اُس کی کار میں....!"

وہ خاموش ہو گیا۔ چہرے پر زردی دوڑ گئی تھی اور سانسیں تیزی سے چلنے لگی تھیں۔

فریدی اَدھ کھلی آنکھوں سے اُس کے چہرے کے تغیرات کا جائزہ لیتا رہا۔

"کیا کوئی اور بھی آپ کا کوٹ استعمال کر سکتا ہے۔" اُس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"نہیں قطعی نہیں۔"

"کیا آپ کی لاعلمی میں بھی ممکن نہیں۔"

"اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

پھر فریدی نے اُس رات کا حوالہ دے کر پوچھا کہ وہ کہاں تھا جب ڈاک بنگلے میں ایک جوڑے نے چائے پی تھی۔

"میں.... اُس رات یہیں شہر ہی میں تھا۔ اسٹیٹ گیا ہی نہیں تھا۔"

"کہاں تھے....!"

"مجھے افسوس ہے کہ شہر میں موجودگی کے سلسلے میں کوئی گواہ پیش نہ کر سکوں گا کیونکہ کبھی

قابل ذکر جگہ پر رات بسر نہیں ہوئی تھی۔ اکثر مجھ پر ملنکولیا کے دورے پڑتے ہیں اور میں تنہائی کی تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں مارا پھرتا ہوں۔ لہٰذا وہ رات بھی کار ہی میں بسر ہوئی تھی۔"

"اُوور کوٹ تھا آپ کے پاس....!"

"جی نہیں.... حالانکہ شام ہی سے سردی بڑھ گئی تھی۔ لیکن چونکہ پچھلی راتیں سرد نہیں تھیں اس لئے کوٹ لایا ہی نہیں تھا۔"

"تو پھر....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تو پھر آپ کی دانست میں وہ کوٹ کون استعمال کر سکتا ہے۔"

"میری عدم موجودگی میں کوئی بھی استعمال کر سکتا ہے۔"

"دیکھئے کنور صاحب! میری تھیوری یہ ہے کہ شیلا کسی سوچے سمجھے پلان کے تحت اغوا نہیں کی گئی، بلکہ وہ صرف ایک اتفاق تھا۔ جنک پور جاتے وقت اُس نے غلط راہ اختیار کی اور کہیں کی کہیں جا نکلی.... اغواء کرنے والا بھی اُدھر سے گذر رہا تھا۔ دونوں ملے۔ شیلا نے راستہ پوچھا.... اور وہ بڑے اطمینان سے اُسے اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ دونوں نصیر آباد والی سڑک کے ڈاک بنگلے میں بھی گئے تھے اور وہاں اُس نامعلوم آدمی نے شیلا کو چائے بھی پلوائی تھی۔ چوکیدار مرد کا چہرہ نہیں دیکھ سکا کیونکہ اُس کا چہرہ فلٹ ہیٹ کے سائے میں تھا اور کوٹ کا کالر اٹھا ہوا تھا.... لیکن؟"

فریدی خاموش ہو گیا.... کنور کے چہرے پر اُلجھن کے آثار تھے۔ اُس نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر پوچھا۔ "لیکن کیا....؟"

"لیکن اُس نے مرد کی کار پر نربدا اسٹیٹ کی جھنڈی دیکھی تھی۔"

"جھنڈی.... جھنڈی...!" کنور مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔ پھر سر اٹھا کر بولا۔ "جھنڈی.... میں کبھی جھنڈی نہیں استعمال کرتا.... وہ تو صرف چچا صاحب کی گاڑی میں لگتی ہے.... یا پھر دیوان صاحب یا چچا صاحب کے اے۔ ڈی۔ سیز استعمال کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر انہیں لوگوں میں سے کوئی رہا ہوگا.... کیا خیال ہے آپ کا۔"

"میرا خیال ہے.... میرا خیال ہے.... میرا خیال کچھ بھی نہیں.... اچھا اب اجازت دیجئے.... مجھے کلاس....!"

"شکریہ.... دوبارہ تکلیف دی آپ کو...." فریدی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھادیا۔

"میں شیلا کے لئے بے حد مغموم ہوں.... اور اس سلسلے میں کسی کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر وہ اسٹیٹ ہی کا کوئی آدمی ہے تو اُسے ضرور سزا ملنی چاہئے لیکن ایک مشورہ ضرور دوں گا۔"

"فرمایئے....!"

"تفتیش آپ کی بجائے کوئی انگریز آفیسر کرے تو اچھا ہے۔ دیسی آفیسروں کو وہ خاطر میں نہیں لاتے۔ اکثر بڑے بڑے دیسی حکام کی توہین کے مناظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔"

"مشورے کا شکریہ.... میں تجویز پیش کروں گا۔"

فریدی وہاں سے روانہ ہو کر سیدھا آفس پہنچا۔ حمید شاید اُسی کا منتظر تھا۔ اُسے علم تھا کہ فریدی یونیورسٹی گیا ہے۔

"کیا رہا....!" اُس نے پوچھا۔

"بٹن کے متعلق کافی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔"

"لڑکی کا نام بٹن نہیں شیلا ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے تصحیح کی۔

فریدی نے آج کے تجربات کا ذکر چھیڑ دیا۔ حمید خاموشی سے سنتا رہا۔ فریدی کے چپ ہوتے ہی بولا۔ "ہاں میں نے بھی سنا ہے کہ کنور کوئی چغد قسم کا آدمی ہے۔ لیکن اب کیا ارادہ ہے۔ کیا اس کی تفتیش کسی انگریز ڈی۔ ایس۔ پی کے سپرد کی جائے گی۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں محکمے کو کوئی مشورہ دوں.... دیکھا جائے گا۔"

"بھدنہ کرایئے گا.... اسٹیٹ کا معاملہ ہے.... حکومت کے فرزندان دل بند کا معاملہ۔"

"تم نے کیا کیا اس سلسلے میں....!"

"والز ناچتا رہا....!" حمید سر کھجا کر بولا۔

"تم نربدا اسٹیٹ جاؤ.... میرا ایک پیغام لے کر....!"

"چلا جاؤں گا...." حمید مردہ سی آواز میں بولا۔

✿

شیلا بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔ کیونکہ تہہ خانے کا دروازہ اوپر کی طرف سرک رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں نقاب پوش اندر داخل ہوا اور شیلا ایک بیک برسوں کی بیمار نظر آنے لگی۔

دوسری لڑکی نے نقاب پوش پر نظر پڑتے ہی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا تھا۔

"کیا تم کچھ بیمار ہو۔" نقاب پوش نے شیلا سے پوچھا۔

"نہیں.... میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کرو....!"

"یہاں نہیں.... دوسرے کمرے میں چلو۔"

"یہیں کیا حرج ہے۔"

"نہیں یہاں نہیں۔"

"چلو....!" نقاب پوش نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

وہ دوسرے کمرے میں آئے.... یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ نقاب پوش نے ایک آرام کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ شیلا بیٹھ گئی۔

"کیا تمہیں اس ننھی سی معصوم لڑکی پر رحم نہیں آتا۔" شیلا نے اُس سے پوچھا۔

"کیا تم سمجھتی ہو کہ میں اُسے ذبح کر ڈالوں گا۔"

"ذبح کر ڈالنا زیادہ مناسب ہوگا اس کے مقابلے میں کہ تم اُسے قبل از وقت زندہ در گور کردو۔"

"وہ ایک مسلمان لڑکی ہے محترمہ شیلا! اُس کیساتھ تمہاری ہمدردی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"خدا جس نے ہم دونوں کو پیدا کیا ہے ہندو یا مسلمان نہیں ہے۔"

"مذہبیات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"چلو انسانیت ہی کا احترام کرو۔"

"انسانیت....!" نقاب پوش کا لہجہ تلخ تھا۔ "انسانیت کی بات مجھ سے نہ کرو۔ میں اس معاملہ میں درندہ ہوں۔"

شیلا خاموشی سے اُسے گھورتی رہی پھر کچھ دیر بعد بولی۔ "ضدی آدمی ہو۔ لیکن تم یہ سب کچھ اپنی جنسی کجروی کی تسکین ہی کے لئے کرتے ہو نا۔"

"جنسی کجروی مناسب لفظ نہیں ہے محترمہ شیلا.... میں اسے جنسی زندگی میں تنوع کہتا ہوں.... ذرا سوچو تو.... کیا تصور ہی لذت انگیز نہیں ہے.... جنسی انہونی.... اُوہ.... اُوہ....!"

"دوسرا طریقہ اختیار کرنے میں کیا حرج ہے۔"

"وہ کون سا طریقہ ہے محترمہ شیلا....!"

"اُس کی جگہ مجھے دے دو.... میں تو برباد ہی ہو چکی ہوں.... لیکن اُسے تباہ نہ کرو۔ جتنے دن رکھنا چاہو رکھو اس کے بعد والدین کے پاس پہنچا دو۔"

"بڑی معقول بات کہی ہے محترمہ شیلا۔" نقاب پوش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اور اس طرح میں اپنے اُس ایجنٹ کو جیل بھجوا دوں جس کے ذریعہ سے وہ یہاں تک پہنچی ہے۔"

"میں اُسے اس پر آمادہ کرلوں گی کہ وہ اُس ہیڈ مسٹریس کا نام نہ لے۔ والدین سے کہہ دے کہ اُسے بیچ سڑک پر اٹھالیا گیا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح ان نامعلوم آدمیوں کے چنگل سے نکل آئی۔"

"پتہ پوچھا جائے گا.... اُس سے محترمہ شیلا....!"

"کہہ دے گی اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر کسی تہہ خانے میں لے جایا گیا تھا۔"

"اور وہ دوبارہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر تہہ خانے سے نکل بھاگی تھی۔" نقاب پوش نے طنز آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"خیر.... خیر.... کوئی دوسری ترکیب سوچوں گی۔"

"دیکھا جائے گا.... فی الحال معاملہ کی بات کرو۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اُسے تماشائی بناؤ۔"

"خیر تمہاری خاطر یہ بھی سہی.... لیکن اُس کی رہائی ناممکن ہے۔"

"تو کیا ساری زندگی اُسے تہہ خانوں میں سڑا ڈالو گے۔"

"ہرگز نہیں.... وہ کھلی فضا میں سانس لے گی.... لیکن اس ملک میں نہیں۔"

شیلا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر خوفزدہ انداز میں اچھل پڑی اور لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "تو کیا.... تو کیا تم لڑکیوں کے بیوپاری ہو۔"

"بہت دیر میں سمجھیں محترمہ شیلا.... ہاں یہی بات ہے محترمہ شیلا....!"

"اتنے انسانیت دشمن ہو تم....!"

"زندہ رہنے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے محترمہ شیلا۔"

"تو کیا تم مجھے بھی....!" وہ جملہ پورا نہ کر سکی کیونکہ جسم میں تھرتھری پڑ گئی تھی۔

"ڈرو نہیں۔" وہ اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں ہوگا۔ تم آزاد بھی کردی جاؤ گی لیکن اس شرط پر کہ کبھی کبھی مجھ سے ملتی رہو گی۔ تم نے مجھے ایسی تسکین بخشی ہے جو کبھی کسی سے حاصل نہ ہو سکی۔"

شیلا نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیا۔

نقاب پوش نے پھر اُس کے شانے پر تھپکی دی اور بولا۔ "تم سچ مچ ڈر رہی ہو۔ یقین کرو کہ تمہیں جلد ہی رہائی نصیب ہو جائے گی۔"

"اور اس طرح کہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤں گی۔"

"ہاں یہ بات غور طلب ہے۔ مجھے افسوس ہے محترمہ شیلا یہ تو ہر حال میں ہونا تھا۔"

"ایک تدبیر میری سمجھ میں آرہی ہے۔"

"بتاؤ....!"

"تم ہم دونوں کو شہر کے قریب چھوڑ دینا۔ میں سیدھی گھر جاؤں گی۔ لڑکی کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔ بیان دوں گی کہ میں بردہ فروشوں کے ایک گروہ کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ جس کے پاس یہ لڑکی بھی تھی.... ایک رات اُن لوگوں نے ہمیں کسی کے ہاتھ فروخت کردیا۔ خریدنے والا تنہا تھا۔ ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ہمیں تہہ خانے سے نکالا گیا۔ پھر آنکھوں کی پٹیاں اس وقت کھلیں جب ہم جیپ میں بیٹھ چکی تھیں۔ خریدار تنہا تھا اور خود ہی جیپ کو ڈرائیو کررہا تھا۔ ایک جگہ وہ گاڑی روک کر رفع حاجت کے لئے نیچے اُترا اور ہم دونوں جیپ سے اُتر کر بھاگ نکلیں.... اندھیرے میں رات بھر بھٹکتی پھریں.... پھر صبح ہوتے ہوتے کسی نہ کسی طرح شہر والی سڑک مل ہی گئی۔"

"بہت چالاک ہو....!" نقاب پوش نے قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔ "میں تمہاری خاطر سب کچھ برداشت کرلوں گا۔"

"مگر دوبارہ تم سے ملنے کی کیا صورت ہو گی۔"

"بذریعہ خط مطلع کردوں گا.... تم لوگ تو بہت ایڈوانسڈ ہو.... تمہارا خط شائد کوئی دوسرا پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔"

"قطعی نہیں.... تم مطمئن ہو کر مجھے خط لکھ سکو گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر نقاب پوش نے پوچھا۔ ''اور اُس نفرت کا کیا ہوگا محترمہ شیلا.... جو تمہیں مجھ سے ہے۔''

''نفرت اور محبت دریافت کرنے کا کوئی آلہ بھی ہے کیا تمہارے پاس۔''

''تو کیا تمہیں مجھ سے نفرت نہیں ہے؟''

''غیر ضروری سوال ہے۔'' شیلا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

''کیوں محترمہ شیلا....!''

''بس اب فضول باتیں ختم.... ہاں تو کب تک ہم آزاد ہو جائیں گے۔''

''جب چاہو....!''

''آج....؟''

''آج تو.... ابھی تم خود ہی کہہ چکی ہو....!''

''خیر.... خیر.... وہ تو ہے ہی.... اُسے موضوع گفتگو بنانے سے کیا فائدہ۔'' شیلا نے مردہ دلی سے کہا۔

''تو پھر....!''

''شیلا دروازے کی طرف مڑ گئی۔ لڑکی اب اپنا منہ چھپائے اوندھی پڑی تھی۔ شیلا چپ چاپ مسہری کے قریب کھڑی ہوگئی.... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ لڑکی اُس کے متعلق کیا سوچے گی.... کیا ہوگا.... اُس کا سر چکرانے لگا۔ نقاب پوش بھی خاموش اُس کے پیچھے کھڑا تھا۔ اُس نے کچھ نہیں کہا۔ شیلا سوچتی رہی اور اُس کا سر چکراتا رہا.... وہ.... وہ.... کیا کرے.... نہیں یہ ناممکن ہے.... قطعی ناممکن.... اس کی بجائے اُسے مر جانا چاہئے.... مر جانا چاہئے.... ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سارا جسم ایک لایعنی سی جھنجھناہٹ بن کر رہ گیا ہو۔ پیر کانپ رہے تھے.... ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ دیر بعد وہ اپنی قوت سے کھڑی بھی نہ رہ سکے گی۔ یک بیک سارا کمرہ ناچنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے کالے دائرے تیزی سے رقص کرنے لگے.... وہ دو تین بار لڑکھڑائی اور دھم سے فرش پر آرہی.... بیہوش ہو چکی تھی۔

گھناؤنا منظر

نربدا اسٹیٹ ظاہری اعتبار سے حمید کو پسند آئی۔ نربدا خاص ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر تھا۔ عمارتوں کی ساخت کسی مخصوص پلاننگ کی مظہر تھی۔ بہت سلیقے سے شہر بسایا گیا تھا۔ سڑکوں کے ساتھ فٹ پاتھ بھی بنائے گئے تھے جن کے وسط میں سیمنٹ سے بنے ہوئے رنگین گملوں کی قطاریں تھیں اور ان گملوں میں مختلف قسم کے پھولدار پودے لگائے گئے تھے۔ پارکوں اور باغات کی بہتات نظر آئی۔ ابھی تک تو ایک آدمی بھی ایسا نہیں دکھائی دیا تھا جسے مفلوک الحال کہا جا سکتا۔ صاف ستھرے لباسوں میں صحت مند لوگ فٹ پاتھوں پر چل پھر رہے تھے۔ کسی بھی چوراہے پر کوئی ٹریفک کانسٹیبل نہ دکھائی دیا۔ اس کے باوجود بھی ٹریفک کے اصولوں کی پابندی میں باقاعدگی پائی جاتی تھی۔

حمید کو منزل مقصود تک پہنچنے میں دشواری نہ ہوئی۔ وہ یہاں کے ایک باشندے کے نام فریدی کا خط لایا تھا.... لیکن یہ آدمی حمید کو پسند نہ آیا۔ صورت ہی سے بدمعاش معلوم ہوتا تھا۔ بیچین آنکھوں سے مکاری مترشح تھی۔ گٹھے ہوئے سخت بازوؤں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اُن کے استعمال سے بھی بخوبی واقف ہے۔ یہ ایک چھوٹے سے ہوٹل کا مالک تھا.... حمید نے اُسے فریدی کا خط دیا۔ جسے پڑھ کر اُس نے فوری طور پر رائے زنی سے اجتناب کیا تھا۔

حمید کے لئے ہوٹل ہی میں ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا۔

"آپ کچھ دیر آرام فرمائیں سارجنٹ.... پھر مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا اس میں کوتاہی نہیں کروں گا۔" اُس نے کہا تھا۔

حمید فریدی کے خط کے مضمون سے واقف نہیں تھا۔ اس لئے صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ شام کو جگن سنگھ خود اُس کے کمرے میں آیا۔

"آپ تو پہلے بھی یہاں آئے ہوں گے سارجنٹ....!" اُس نے پوچھا۔

"پہلی بار آیا ہوں.... بڑا خوبصورت شہر ہے۔"

"ایک بڑا عمدہ نائٹ کلب بھی ہے یہاں.... بس بیٹھ جایئے اور محسوس کرتے رہئے کہ آپ پیرس کے کسی نائٹ کلب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"اوہو.....!"

"وہیں چل کر باتیں کریں گے۔" جگن سنگھ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ پھر بولا۔ "کیا آپ کو معلوم ہے انسپکٹر صاحب نے کیا لکھا ہے مجھے۔"

"نہیں.....!"

"چلئے خیر..... سب ہو جائے گا۔"

پھر رات کا کھانا انہوں نے نائٹ کلب ہی میں کھایا تھا..... بڑی خوبصورت جگہ تھی۔ جگن سنگھ نے اُسے وہاں کے منیجر سے بھی ملایا۔ لیکن اپنے ایک دوست کی حیثیت سے..... نام بھی حمید کی بجائے ناصر بتایا تھا۔

"آج دیوان صاحب نے اپنے انگریز دوستوں کو یہاں ڈنر دیا ہے۔" منیجر نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔ "بے حد مشغول ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے..... اسی لئے آیا ہوں۔" جگن سنگھ نے سر ہلا کر کہا..... اور معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔

"لل..... لیکن.....!" منیجر حمید کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

"پرواہ مت کرو..... یہ میرے جگری دوست ہیں۔ تم ان پر اُسی طرح اعتماد کر سکتے ہو جس طرح مجھ پر کرتے ہو۔"

"دیکھو یار جگن.....!" منیجر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "تم تو جانتے ہی ہو کہ یہاں کھال کھنچوالی جاتی ہے۔"

"میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جس سے تمہیں گزند پہنچ سکے۔"

"پھر بھی..... یہ یہاں کے لئے اجنبی ہیں۔ بات پھیل بھی سکتی ہے۔"

"تم مطمئن رہو..... یہ کسی کے سامنے کبھی زبان نہ کھولیں گے۔"

"یار الجھن میں ڈال دیتے ہو تم۔"

"کیوں مرے جا رہے ہو۔" جگن سنگھ نے آنکھیں نکالیں۔

"اس طرح نہ گھورو..... میں کمزور دل کا آدمی ہوں۔" منیجر نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔

تقریباً آٹھ بجے دیوان صاحب اپنے پانچ انگریز دوستوں کے ساتھ تشریف لائے۔ کلب

کے دوسرے ممبران کو بالکل مشینی طور پر احتراماً کھڑا ہو جانا پڑا۔ حمید بھی شامل تھا ان میں.... حالانکہ اُسے گراں گذری تھی اپنی یہ حرکت.... لیکن مجبوری تھی۔

پھر وہ لوگ ہال سے گذرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے تھے۔ حمید نے استفہامیہ نظروں سے جگن سنگھ کی طرف دیکھا تھا۔

"ابھی ٹھہریئے۔" جگن سنگھ آہستہ سے بولا اور پھر وہ ڈرائنگ ہال میں فلور شو دیکھتے رہے۔ ایک خوبصورت سی لڑکی عربی رقص پیش کر رہی تھی۔

"عربی رقص میں دف کی آواز اور کولہوں کی ہلنت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔" حمید نے کہا۔

"عرب جانیں....!" جگن سنگھ مسکرایا۔ پھر حمید نے محسوس کیا کہ جگن سنگھ کے لہجے میں تلخی تھی۔ اُسے اپنے تبصرے پر افسوس ہونے لگا۔

کچھ دیر بعد جگن سنگھ اُس کا ہاتھ دباتا ہوا اٹھ گیا۔ سب سے پہلے وہ منیجر کے کمرے میں آئے۔ منیجر موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر انتظار کرتے رہے پھر اٹھنے ہی والے تھے کہ منیجر بوکھلایا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس طرح کرسی میں ڈھیر ہو کر ہانپنے لگا جیسے.... کوئی دور سے کھدیڑتا ہوا یہاں تک لایا ہو۔

"کیا بات ہے۔" راجن نے پوچھا۔

"کچھ نہ پوچھو.... بس اب موت ہی آجاتی تو بہتر تھا۔" منیجر ہانپتا ہوا بولا۔

"کیوں....؟ کیا بات ہے....!"

"میرے پاس صرف چار ٹرینڈ لڑکیاں ہیں پانچویں کہاں سے پیدا کروں۔"

"پریشانی کی کیا بات ہے چکلے سے کوئی طرحدار لڑکی بلوالو۔" جگن سنگھ نے کہا۔

"کوئی ہندوستانی لڑکی اسے برداشت نہ کر سکے گی خواہ طوائف ہی کیوں نہ ہو۔ میری چاروں ٹرینڈ لڑکیاں اینگلوانڈین ہیں۔"

"تم بلواؤ تو....!"

"اگر اُس نے عذر برپا کر دیا تو بعد میں میری ہی گردن کٹ جائے گی۔" منیجر روہانسا ہو کر بولا۔ پھر وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر باقاعدہ رونے بھی لگا۔

حمید اور جگن سنگھ خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

"یار تم معاملات کو بگاڑ رہے ہو۔" تھوڑی دیر بعد جگن سنگھ منیجر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"پھر بتاؤ..... میں کیا کروں؟" وہ سسکیاں لیتا ہوا بولا۔

"ارے تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ میں ایک ایسی عورت کا انتظام کر سکتا ہوں جو سب کچھ سنبھال سکے۔"

"سچ.....!" منیجر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "میرے پیارے دوست عمر بھر احسان مند رہوں گا۔"

جگن سنگھ اس کا لیٹر پیڈ اٹھا کر اُس پر کچھ لکھنے لگا تھا۔ پھر کاغذ الگ کر کے لفافے میں رکھا اور لفافہ پر پتہ لکھنے لگا۔

"یہ لو..... کسی آدمی کو اس پتہ پر بھیج دو..... دوڑی چلی آئے گی..... کتنی دیر ہے۔"

"بس بیس منٹ اور رہ گئے ہیں..... ابھی تو وہ پی رہے ہیں۔"

"دس منٹ میں وہ یہاں ہو گی..... آدمی سے کہنا..... کار لے کر جائے۔"

منیجر ایسی چال میں باہر بھاگا کہ "سرپٹ" کا گمان ہونے لگا۔

حمید متحیرانہ انداز میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ لیکن خاموش ہی رہا۔

کچھ دیر بعد منیجر پھر واپس آیا۔ اب وہ بڑبڑا رہا تھا۔ "لعنت برس رہی ہے اسٹیٹ پر..... ہز ہائی نس گوشہ نشین کیا ہوئے بن آئی حرامزادوں کی۔ کسی کے ظلم کی نہ داد نہ فریاد۔ پتہ نہیں کب اس جنجال سے پیچھا چھوٹے گا۔"

وہ بڑبڑاتا رہا اور حمید جگن سنگھ کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ دیکھتا رہا۔ حمید کے لئے جگن سنگھ کے متذکرہ دس منٹ بے چینی سے کٹ رہے تھے اور وہ منتظر تھا کسی نئے عجوبے کا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد ایک خوبصورت عورت منیجر کے کمرے میں داخل ہوئی۔ قبل اس کے کہ حمید اُسے دیکھ کر کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش کرتا جگن سنگھ منیجر کو کسی قسم کا اشارہ کرتا ہوا اٹھ گیا اور وہ تینوں باہر چلے گئے۔ حمید اب تنہا تھا۔ احساس تنہائی رفع کرنے کے لئے مدہم سروں میں سیٹی بجانے لگا۔

پھر جب وہ دونوں واپس آئے تو عورت اُن کے ساتھ نہیں تھی۔

منیجر کنول کی طرف کھلا ہوا تھا لیکن جگن سنگھ ایسا منہ بنائے ہوئے تھا جیسے زبردستی کوئی کڑوی کسیلی چیز چبانی پڑی ہو۔

منیجر انہیں دفتر ہی میں چھوڑ کر پھر کہیں چلا گیا۔

"تیار ہو سارجنٹ....!" جگن سنگھ آہستہ سے بولا۔

"مگر.... مگر.... یار ریوالور تو میں....!"

"ریوالور....!" جگن سنگھ ہنس پڑا۔ "ریوالور کی ضرورت نہیں.... البتہ اگر چلو بھر پانی کا انتظام کر سکو تو بہتر ہے۔"

پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا۔ "جانتے ہو میں پہلی بار کس بناء پر جیل گیا تھا۔"

حمید نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

"سڑک پر ایک لڑکی کو آنکھ مار کر مسکرایا تھا.... وہ ایک دولت مند گھرانے کی لڑکی تھی اور میں ایک غریب لفنگا تھا.... تم اب یہاں دیکھنا کہ نجیب الطرفین قسم کے شرفاء کیا کرر۔ ہے ہیں.... قوانین کے محافظ خود کیسے گل کھلاتے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا خدا خیر کرے سارے لفنگے ڈائیلاگ رائٹر ہوتے جا رہے ہیں۔ سماج پر ایسی کڑی تنقید کرنے لگے ہیں کہ شائد شریفوں کا جینا دو بھر ہو جائے۔ وہ سوچتا اور بور ہوتا رہا۔ اتنے میں قریب ہی کوئی بزر ہلکی آواز میں بھنبھنایا اور جگن سنگھ اٹھتا ہوا بولا۔ "آیئے۔"

وہ مختلف کمروں سے گذرتے ہوئے ایک تاریک سے کمرے میں آر کے.... برابر ہی کے کسی کمرے سے والز کے نغمے کی آواز آ رہی تھی لیکن بلند آہنگ نہیں تھی۔ شائد کسی ریڈیو گرام پر آواز کا حجم کم کر کے والز کا ریکارڈ بجایا جا رہا تھا۔

"خاموش ہی رہ کر دیکھنا۔" جگن سنگھ نے سرگوشی کی۔

اور پھر حمید کی آنکھ دروازے کی جھری سے جا لگی۔ دوسرے کمرے کے منظر پر نگاہ پڑتے ہی آنکھیں جھپک گئیں۔

پانچ بالکل برہنہ عورتیں پانچ خوش پوش انگریزوں کے ساتھ والز ناچ رہی تھیں۔ چار اینگلو انڈین تھیں اور ایک دیسی۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ دیسی عورت کے پیر لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ بس اپنے پارٹنر کے ساتھ گھسیٹی پھر رہی تھی۔ شائد اُسے ناچنا بھی نہیں آتا تھا۔

ریاست کا دیوان ریڈیو گرام کے قریب کھڑا شراب کی چسکیاں لے رہا تھا۔ نغمہ ختم ہوا اور دوسری بیہودگیاں شروع ہو گئیں۔ پھر دیوان نے ٹوئیسٹ کا ریکارڈ لگا دیا۔

وہ پھر ناچنے لگے۔

"چلو بس کرو....!" جگن نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کی۔

وہ واپس آگئے.... منیجر کمرے میں موجود تھا اور اُس کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ حمید سے آنکھیں چار نہیں کر رہا تھا۔

"کیا پیئو گے....!" اُس نے جگن سے پوچھا۔

"وہسکی اور سوڈا....!" جگن نے کہا اور حمید سے پوچھا کہ وہ کیا پسند کرے گا۔

"ٹھنڈا پانی....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور وہ دونوں بے ساختہ ہنس پڑے پھر منیجر نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "کیوں ناصر صاحب کیا خیال ہے۔ ان حرامیوں سے فرصت پانے کے بعد آپ کا بھی ایک آدھ راؤنڈ کرادیا جائے۔"

"راؤنڈ کیا تم میرے کفن دفن کا انتظام بھی کر سکتے ہو اُس راؤنڈ کے بعد۔"

پھر وہ قہقہے لگاتے رہے اور حمید شدت سے بور ہوتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اپنے سفید فام آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ہم لوگ کتنا گر جاتے ہیں۔ اُس کا بس چلتا تو اس نائٹ کلب کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیتا۔

"آپ کا ضمیر کیسے گوارا کرتا ہے جناب۔" اُس نے منیجر سے پوچھا۔

"زندہ رہنے کے لئے سب کچھ گوارا کرنا پڑتا ہے.... ہوسکتا ہے آپ کے شہر میں ضمیر کہیں کہیں اب بھی پایا جاتا ہو.... ریاستوں میں تو نہیں۔"

"راجہ بھی عیاش ہوگا۔"

"ظاہر ہے۔ اُس کے لئے تو سڑکوں پر سے لڑکیاں اٹھائی جاتی ہیں۔ گرلز اسکول میں تالا پڑ گیا ہے۔ حیرت انگیز طور پر لڑکیاں غائب ہوتی ہیں.... اور پھر کبھی اُن کا سراغ نہیں ملتا۔"

"آخر وہ باہر کیوں نہیں نکلتا۔"

"ہوگی کوئی مصلحت....!"

"لوگ احتجاج نہیں کرتے.... لڑکیوں کے غائب ہونے پر۔"

"کس سے کریں.... اور پھر ثبوت کہاں سے فراہم کریں کہ وہ محل ہی میں ہوں گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ جگن سنگھ نے بھی اُسے اشارہ کیا تھا کہ اس موضوع پر خاموش ہی رہے کچھ

دیر بعد وہ وہاں سے اٹھ گئے۔ کلب سے باہر نکل کر جگن سنگھ بولا۔ ”تم نے بے تکی باتیں شروع کردی تھیں سارجنٹ.... خیر آؤ.... محل میں دال گلنی مشکل ہے۔ جس محل میں راجہ صاحب کا قیام ہے وہاں پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا۔ کڑا پہرہ رہتا ہے۔ چوبیسوں گھنٹے دیوان بھی نہیں جاسکتا اُس محل میں، اے ڈی سیز بھی باہر ہی رہتے ہیں۔ اندر کسی کا گذر نہیں سوائے دو پہلوانوں کے.... وہ بھی بہت کم باہر آتے ہیں کسی سے بات نہیں کرتے۔“

حمید خاموش ہی رہا۔

”اب چلئے آپ کو ایک اے ڈی سی کے کرتوت بھی دکھاؤں۔ راجہ صاحب کی گوشہ نشینی کی بناء پر بن آئی ہے ان حرام زادوں کی۔ جو جی چاہتا ہے کرتے پھرتے ہیں۔“

وہ حمید کو ایک ہوٹل میں لایا۔ چھوٹی سی خوبصورت جگہ تھی۔ بیروں کی وردیاں شفاف تھیں اور وہ سروس کے معاملے میں کافی باسلیقہ معلوم ہوتے تھے۔ جگن سنگھ نے ایک لمبے تڑنگے نوجوان کی طرف اشارہ کیا جو تین لڑکیوں میں گھرا بیٹھا شراب کی چسکیاں لے رہا تھا۔ جگن بڑبڑایا۔ ”اس کے گرگے لڑکیاں اٹھانے کے ماہر ہیں۔ جمشید نام ہے۔ پارسی ہے.... بے حد طاقتور اور سرپھرا۔ بے دریغ ریوالور نکال کر فائر کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لڑکی اسی کے ہتھے چڑھ گئی ہو جس کا تذکرہ انسپکٹر صاحب نے اپنے خط میں کیا ہے۔“

❁

پرنسٹن کے چوراہے کی قریبی گلی والی وہ عمارت تھانے سے زیادہ دور نہیں تھی جہاں معصوم لڑکیوں پر مظالم ڈھائے جارہے تھے۔

نقاب پوش اس وقت اوپری ہال میں موجود تھا۔ تین بج چکے تھے اور ہال میں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ وہ میزیں خالی پڑی تھیں جن پر اُس کے گرگے شراب اور جوئے میں مشغول رہا کرتے تھے۔

نقاب پوش تھوڑے تھوڑے وقفے سے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتا جاتا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد باہر سے کسی گاڑی کی آواز آئی اور وہ چونک کر متوجہ ہو گیا پھر اُس کے گرگوں کا انچارج ہنٹر ہال میں داخل ہوا۔

”کام آپ کی ہدایت کے مطابق ہی ہوا ہے باس۔“ ہنٹر اپنا السٹر اُتار کر ایک کرسی میں ڈالتا

ہوا بولا۔ ”اُن دونوں کو شہر کے قریب ہی چھوڑا تھا۔ مگر یہ بالکل نئی بات ہوئی ہے۔ باس.... کہیں وہ ہماری راہ پر نہ لگادے فریدی کو۔“

”ناممکن ہے.... فریدی کے فرشتے بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ وہ روزانہ اسی گلی سے گذرتا ہو.... اور پھر تھانہ ہی یہاں سے کتنی دور ہے.... پانچ سال سے ہم اس عمارت میں ہیں.... کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوئی۔“

ہنٹر کی آنکھیں بدستور سوچ میں ڈوبی رہیں۔ ایک میز پر رکھی ہوئی بوتل سے گلاس میں شراب انڈیلی اور سائیفن سے سوڈے کی دھار مارنے لگا۔

”ایک میرے لئے بھی بناؤ۔“ نقاب پوش نے کہا اور وہی گلاس اُسے پیش کر دیا گیا۔

ہنٹر اپنے لئے دوسرا بنانے لگا۔ ساتھ ہی وہ بڑبڑا رہا تھا۔ ”میری دانست میں تو یہ اچھا نہیں ہوا باس۔ پتہ نہیں کیوں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ غلطی ہی ہمارے لئے پھانسی کا پھندہ بن جائے گی۔“

”تم جلدی سے دو چار گھونٹ لے لو.... تاکہ اس قسم کے بزدلانہ خیالات کے لئے ذہن میں جگہ نہ رہے.... ایڈیٹ....!“

”یہ فریدی.... باس....!“

”بکواس بند کرو....!“ نقاب پوش نے جھلا کر گلاس فرش پر پٹخ دیا اور بولا۔ ”جب کہو فریدی کو یہیں بندھوا منگاؤں۔ کل رات اُس کا اسسٹنٹ سارجنٹ حمید نربدا اسٹیٹ میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔“

پھر وہ ایک تلخ سی ہنسی کے ساتھ خاموش ہو گیا۔

ہنٹر نے دوسرا گلاس بنا کر پیش کیا اور وہ دوسرا گلاس تھامتا ہوا بولا۔ ”اس قسم کی بزدلانہ باتیں صرف سوچا کرو.... میرے سامنے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ سمجھے۔“

”او کے باس....!“ ہنٹر ہنسنے لگا۔

پھر وہ دونوں خاموشی سے شراب پیتے رہے۔ لیکن ہنٹر کے چہرے پر اب بھی تشویش کے آثار تھے۔

شکار کا چارہ

فریدی کو بھی اطلاع ملی کہ شیلا حیرت انگیز طور پر واپس آگئی ہے۔ حمید نربدا اسٹیٹ سے واپس آکر وہاں کے حالات سے بھی نہ صرف اُسے آگاہ کر چکا تھا بلکہ راجہ صاحب کے ایک اے ڈی سی پر شبہ بھی ظاہر کیا تھا لیکن فریدی نے اس پر رائے زنی نہیں کی تھی۔

"کیا آپ شیلا سے مل چکے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... ویسے اُس کی کہانی یہ ہے کہ وہ سچ مچ راہ بھول کر دوسری راہ پر جا لگی تھی۔ ڈاک بنگلے کے قریب ایک آدمی نے جو خود بھی کار میں تھا اُسے صحیح راستے پر لگا دینے کی پیشکش کی۔ پہلے اُسے ڈاک بنگلے میں چائے پلائی اور پھر ایک کچے راستے پر مڑ گیا۔ شیلا کی گاڑی اُس کی کار سے پیچھے تھی کچھ دور چل کر اجنبی کی کار رک گئی اور وہ نیچے اُتر کر اس کے انجن کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اُس کی گاڑی کی طرف آیا اور کھڑکی پر جھک کر اُس سے کہا کہ وہ بھی ذرا باہر آکر بونٹ اٹھائے رکھے تاکہ وہ انجن کی کوئی خرابی درست کر لے۔ شیلا نے جواباً کہا تھا کہ بونٹ اٹھائے رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر اُس نے بتایا کہ بونٹ کا میکنزم بھی پہلے ہی سے خراب ہے۔ لڑکی نے محسوس کیا کہ وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے.... لہٰذا وہ اترنے میں پس و پیش کرنے لگی۔ اجنبی نے بڑی بے تکلفی سے دروازہ کھول کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور نیچے اتارنے کی کوشش کرنے لگا۔ غالباً اسی جدوجہد کے دوران میں اُس کے اوور کوٹ کا بٹن ٹوٹا ہوگا۔ بہر حال اُس کا بیان ہے کہ اُس نے اُس کی کنپٹی بھی دبائی تھی اور پھر وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کسی تہہ خانے میں آنکھ کھلی جہاں ایک لمبا تڑنگا نقاب پوش موجود تھا.... اُس کے ساتھ کوئی بُرا برتاؤ نہیں کیا گیا۔ اُس کے ساتھ ایک لڑکی اور بھی تھی۔ پھر ایک دن شیلا اور وہ لڑکی کسی کے ہاتھ فروخت کر دی گئیں جو انہیں ایک جیپ میں بٹھا کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ راہ میں ایک جگہ جیپ روک کر وہ رفع حاجت کے لئے نیچے اُترا ہی تھا کہ وہ دونوں جیپ سے اُتر کر جنگل میں گھس گئیں۔ رات اندھیری تھی اس لئے انہیں فرار میں آسانی ہوئی اور کسی نہ کسی طرح گرتی پڑتی صبح ہوتے ہوتے شہر آپہنچیں۔"

"جگہ کی نشاندہی تو کر ہی سکے گی؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... تہہ خانے سے باہر نکالتے وقت اُنکی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں۔"

فریدی نے کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سگار کیس سے ایک سگار نکال کر اُس کا سرا کاٹنے لگا۔

"چلئے پیچھا چھوٹا.... اس کیس سے بھی۔" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

"خوش فہمی ہے تمہاری۔" فریدی مسکرایا۔

"کیا مطلب....!"

"کوئی حتمی فیصلہ اُس سے گفتگو کر لینے کے بعد ہی کر سکوں گا۔"

"خواہ مخواہ کلی پھندنے نہ نکال بیٹھئے گا۔"

"مجبوری ہے اگر نکل آئیں۔"

پھر فریدی اپنے محکمہ کے سپرنٹنڈنٹ سے ملا تھا اور شیلا سے پوچھ گچھ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ختم ہی کیجئے۔" سپرنٹنڈنٹ نے جواب دیا۔ "وہ تو واپس آ ہی گئی ہے، اُسے کوئی گزند بھی نہیں پہنچا۔ اب معاملات کو آگے بڑھانے سے مزید بدنامی کا اندیشہ ہے۔"

"لیکن جناب! میرے پاس پہلے ہی سے اسی قبیل کے کئی کیسز اور بھی ہیں۔"

"کون سے کیسز....!"

"پچھلے چھ ماہ کے عرصہ میں شہر کی چالیس نوجوان لڑکیاں غائب ہو چکی ہیں جن کا آج تک کوئی سراغ نہ مل سکا۔ اگر محترمہ شیلا کسی بردہ فروش گروہ ہی کے ہاتھ پڑ گئی تھیں تو مجھے اُن سے کافی مدد ملنے کی توقع رکھنی چاہئے۔"

"آپ کی مرضی ملنا چاہتے ہیں تو مل ہی لیجئے۔" سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

پھر جب وہ شیلا سے ملنے جا رہا تھا تو حمید نے بھی تیاری شروع کر دی۔ لیکن فریدی نے اُسے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا اور وہ جھلا کر بولا۔ "یہ فارمولا بھی سن لیجئے کہ دل پھینک مرد دل پھینک قسم کی لڑکیوں کو قطعی پسند نہیں کرتے۔ کیا سمجھے ہیں آپ۔"

اور فریدی جو کچھ بھی سمجھتا تھا اُسے سمجھائے بغیر ہی رخصت ہو گیا۔ حمید نے اس میں اپنی توہین محسوس کی اور وقتی طور پر بے حد بور ہوا.... لیکن بالآخر اُس کی پُر بہار کھوپڑی چل ہی تو پڑی۔ اُس نے سوچا شیلا کے ساتھ ایک لڑکی اور بھی تو تھی جو اب کسی مسلمان سب انسپکٹر کے ساتھ مقیم ہے۔ ابھی اپنے والدین کے پاس نہیں بھیجی گئی۔

اُس نے فون پر کوتوالی انچارج کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ہلو جگدیش ڈارلنگ.... میں حمید ہوں.... کیا رہا اُس لڑکی کا۔"

"کس لڑکی کا....!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اماں.... وہی جو شیلا کے ساتھ آئی ہے۔"

"کیا ہوتا اُس کا۔ صفدر صاحب کے ساتھ مقیم ہے۔ اسکے والدین کو اطلاع دے دی گئی ہے۔"

"مطلب یہ کہ بیان کیا دیا اُس نے.... یار ٹھہرو.... میں وہیں آرہا ہوں۔"

حمید سلسلہ منقطع کر کے گیرج میں آیا۔ موٹر سائیکل نکالی اور کوتوالی کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں سب سے پہلے لڑکی کا تحریری بیان دیکھا۔ تھوڑی دیر تک اُس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا.... پھر انسپکٹر صفدر کے کوارٹر کی طرف روانہ ہو گیا۔ صفدر اُس وقت ڈیوٹی پر نہیں تھا اس لئے امکانات تھے کہ کوارٹر ہی میں موجود ملتا۔

حمید کا خیال صحیح نکلا.... صفدر ملا لیکن حمید کی آمد پر حیرت ظاہر کی۔

"میں لڑکی سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں انسپکٹر....!" اُس نے کہا۔

"ضرور.... ضرور.... آیئے...." صفدر نے کہا اور اُسے بیٹھک میں لایا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی بھی آگئی۔ پندرہ یا سولہ سال کی ایک معصوم سی لڑکی۔ نظر زمین پر گڑوئے.... چپ چاپ آکر بیٹھ گئی.... نہ جانے کیوں حمید کا دل کانپ گیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے پوری انسانیت خطرے میں ہو.... پاکیزگی خطرے میں ہو... حتیٰ کہ الوہیت تک خطرے میں ہو۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُس سے کیا پوچھے.... وہ تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ شاید کسی نئی تفریح سے دوچار ہونا پڑے۔ لیکن یہاں تو....!

بالآخر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے بیٹی۔"

"شش.... شکیلا....!" وہ اس طرح بولی جیسے آواز کو جکڑے ہوئے حلق سے آزاد کرانے میں بڑی دشواری پیش آئی ہو۔

حمید پھر سوچنے لگا کہ اب کیا کہنا چاہئے۔ وہ اُس کے بیان کے متعلق سوچنے لگا جو کوتوالی کے روزنامچے میں دیکھ آیا تھا۔

"تم نصیر آباد کے کس علاقے سے اٹھائی گئی تھیں۔" آخر کچھ دیر بعد وہ سوال کر سکا۔

"کچی گلی سے۔"

"یہ کہاں ہے۔"

لڑکی نے ہکلا ہکلا کر گلی کا محل وقوع سمجھانے کی کوشش کی۔ حمید صرف سر ہلاتا رہا اور لڑکی کے خاموش ہوتے ہی پوچھ بیٹھا۔ "لیکن وہاں تو تم شور مچا کر بھی دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتی تھی۔"

"انہوں نے میرا منہ بند کر کے کار میں ڈال دیا تھا۔" لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کار کہاں تھی۔"

"وہیں قریب ہی کھڑی تھی۔"

"گلی میں....!" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں....!"

"تم غلط کہہ رہی ہو اُس گلی سے چھوٹی سے چھوٹی کار بھی نہیں گذر سکتی۔ میں نصیر آباد کے چپے چپے سے واقف ہوں۔ تانگہ تک تو اندر جا نہیں سکتا سواریوں کو سڑک ہی پر اُترنا پڑتا ہے۔ دیکھو بیٹی جس طرح ڈاکٹر سے مرض کے متعلق کچھ چھپانا خطرناک ہوتا ہے اُسی طرح پولیس سے جرم کے متعلق چھپانا..... تم اچھی بیٹی ہو..... سچ بولو۔"

لڑکی رو پڑی.... فوراً ہی ہچکیاں لگ گئیں۔ بمشکل تمام چپ ہوئی اور کچھ دیر بعد بولی۔ "میں زبان سے نہیں کہہ سکتی۔ مجھے کاغذ قلم دیجئے لکھ دوں گی.... شیلا باجی نے منع کر دیا تھا لیکن۔"

"لیکن تم بہت اچھی بیٹی ہو۔" حمید نے کہا اور صفدر کی طرف مڑ کر بولا۔ "انہیں کہیں تنہائی میں بیٹھنے دیجئے.... اور کاغذ قلم مہیا کر دیجئے۔"

صفدر اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

پھر کچھ دیر بعد صرف وہی دونوں کمرے میں رہ گئے۔ لڑکی کو انسپکٹر صفدر کسی دوسرے کمرے میں پہنچا آیا تھا۔

"یار تم لوگ کمال کے آدمی ہو۔" اُس نے حمید سے کہا۔ "کتنی جلدی اصلیت اگلوالی۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔" حمید ماش کے آٹے کی طرح اینٹھا جا رہا تھا۔

❁

فریدی متفکرانہ انداز میں لائبریری میں ٹہل رہا تھا۔ پیشانی پر سلوٹیں تھیں اور آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی ٹہلتے ٹہلتے رک بھی جاتا۔

حمید پہنچا تو کسی تمہید کے بغیر شیلا کی داستان چھڑ گئی۔

"وہ رات بھر کی جاگی معلوم ہو رہی تھی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نیم خواب سی آنکھیں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کافی جچ رہی ہو گی۔"

"کہانی وہی سنائی اُس نے بھی جو سوپر سے سن چکا تھا.... لیکن۔"

"لیکن کیا....؟"

"اُس کا ایک جملہ الجھن میں ڈالے ہوئے ہے.... باتیں کرتے وقت بھی وہ اونگھ رہی تھی.... جو کچھ کہہ رہی تھی اُس سے اُس جملے کو کسی طرح بھی مربوط نہیں کیا جاسکتا۔"

"جملہ کیا تھا۔"

"اور پھر شکیلہ تماشائی بن گئی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "وہ اُس وقت اونگھ گئی تھی جھپکی سی آئی تھی اور پھر چونک پڑی تھی اور کہنے لگی تھی کیا کوئی بے تکی بات زبان سے نکل گئی۔ میں دراصل سونا چاہتی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے یہ جملہ اونگھتے ہوئے ذہن ہی کی پیداوار ہو۔" حمید نے کہا۔

"انسان کی زبان سے جو کچھ بھی نکلتا ہے بہر حال اپنا پس منظر رکھتا ہے۔"

"خیر.... اس وقت لیڈی انسپکٹر کلارا کہاں ہو گی۔" حمید نے کہا۔ "وہ اردو اچھی طرح بول اور سمجھ سکتی ہے۔"

"کیوں اُس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"شکیلہ کا بیان اصلی والا۔" حمید نے جیب سے کاغذ نکال کر فریدی کے سامنے رکھ دیا۔

فریدی اُسے دیکھتا رہا اور چہرے کی رنگت بدلتی رہی.... لیکن شکیلہ وہ سب کچھ نہیں لکھ سکی تھی جو اُس پر گذری تھی۔ بس شیلا کے اس بیان کی تردید کر دی تھی وہ فروخت کی گئی تھی اس کی بجائے اُس نے صاف صاف لکھا تھا کہ شیلا نے کسی طرح اُس نقاب پوش کو اس پر راضی کر لیا تھا

کہ انہیں شہر کے قریب چھوڑ دیا جائے۔

فریدی اُس بیان کو پڑھ کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”یقیناً کلارا کو اُس کے پاس بھیجنا بہت ضروری ہے۔“

پھر اُس نے خواب گاہ میں آ کر ٹیلی فون پر لیڈی انسپکٹر کلارا سے رابطہ قائم کر کے اُسے شکیلہ سے ملنے کی تاکید کی۔

کلارا نسلاً انگریز تھی لیکن بہت ذہین.... اردو کے علاوہ کئی دوسری زبانوں میں خاصی استعداد رکھتی تھی۔ جوان العمر ہی تھی۔

”تم وہیں واپس جاؤ....“ فریدی نے حمید سے کہا۔

”کہاں....!“

”نربدا اسٹیٹ.... اُس اے ڈی سی پر نظر رکھو۔“

”تنہا جاؤں؟“ حمید نے یاس انگیز لہجے میں پوچھا۔ ”کیوں نہ کلارا کے چارج میں مجھے دے کر بک کر دیجئے۔“

”ضرورت محسوس ہوئی تو شائد کلارا بھی جائے.... مگر تم پہلے جاؤ۔ جس ہوٹل میں اُسے دیکھا تھا وہیں قیام کرنا.... اطلاع ملی ہے کہ وہ اپنی شامیں زیادہ تر وہیں گذارتا ہے۔“

”کیڈی لے جاؤں؟“

”نہیں.... جیپ نکالو.... انداز شکاریوں یا سیاحوں کا ہونا چاہئے۔“

”تنہا سیاح یا شکاری بالکل چغد معلوم ہوتا ہے کیوں نہ محترمہ کلارا ساتھ ہی جائیں۔“

فریدی پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ ”نہیں کلارا نہیں.... وہ انگریز ہے.... شائد اُس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔“

”اُوہ تو یہ چکر ہے.... چارہ چاہئے مچھلی کے لئے۔“

”دیر میں سمجھے....!“ فریدی نے کہا اور پھر لائبریری سے خواب گاہ میں آ کر کسی سے فون پر گفتگو کرتا رہا۔ اس بار حمید بھی پیچھے ہی پیچھے آیا تھا.... اور قریب ہی کھڑا اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے اپنے کانوں پر سے اعتبار اٹھ گیا ہو.... فریدی ریسیور رکھ کر اُس کی طرف مڑا اور بولا۔

”ارجن پورے میں ایک گندا سا ہوٹل بمبینو ہے.... ٹوٹے ستون کے پاس.... اُس کے منیجر سے

کہنا کہ تمہیں میں نے بھیجا ہے۔ وہ ایک اچھی سی لڑکی کا انتظام کر دے گا.... لیکن فرزند گذارش ہے کہ تم سچ مچ اُسے اپنی بیوی نہ سمجھ بیٹھنا۔"

"اچھی سی لڑکی....!" حمید نے سسکاری لی.... اور مزید کچھ کہے بغیر فوجیانہ انداز میں ایڑیوں پر گھوم گیا۔

جلدی جلدی سفر کی تیاری کی اور گیراج سے جیپ نکال کر ارجن پورے کی طرف روانہ ہو گیا... راستے میں ایک پٹرول پمپ پر رک کر نہ صرف ٹنکی بھرائی تھی بلکہ کچھ فالتو پٹرول بھی لیا تھا۔

بمبینو کے منیجر نے بخنداں پیشانی اُس کا استقبال کیا۔

"زہے نصیب سارجنٹ صاحب آپ نے کرم فرمایا.... مجھے انسپکٹر صاحب سے ہدایات مل چکی ہیں۔ میں تو اکثر سوچا کرتا تھا کہ شوقین ہونے کے باوجود بھی حضور نے کبھی یہاں قدم رنجہ نہ فرمایا۔"

"اب فرمایا کروں گا.... لیکن بھلا تم میری کیا خدمت کر سکو گے.... میں ذرا اونچے قسم کا شوقین واقع ہوا ہوں۔"

"ہر طرح کا انتظام یہ خادم کر سکتا ہے۔ بیس روپے شب سے لے کر ڈیڑھ ہزار فی شب تک کا۔"

"ڈیڑھ ہزار.... امے گھاس تو نہیں کھا گئے۔"

"وہ والیان ریاست کے مطلب کی چیزیں ہوتی ہیں.... اعلیٰ خاندانوں کی تیتریاں.... اب مثلاً میں فی الحال جس چیز کا انتظام کر رہا ہوں وہ ایسی ہی ہو گی، اُس کا شوہر شہر کا بہت بڑا تاجر ہے۔"

"کیوں اڑاتے ہو.... بھلا اُسے پیسوں کی کیا ضرورت۔"

"پیسوں کی ضرورت....!" منیجر نے ایک پر شور قہقہہ لگایا۔ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "جناب والا صرف مرد ہی تو شوقین نہیں ہوتے.... ڈیڑھ ہزار تو اُس کے ہاتھ کا میل ہیں۔"

حمید کھوپڑی سہلانے لگا اور وہ مسکرا کر بولا۔ "لیجایئے.... جی خوش ہو جائے گا۔"

"لیکن اگر مجھے کئی دن قیام کرنا پڑا تو۔"

"پرواہ نہیں۔ وہ تو یہاں سے یہ کہہ کر جائے گی کہ اپنی ممی کے گھر جا رہی ہے۔ مقررہ وقت پر واپس نہ آ سکی تو وہیں سے ایک خط لکھ دے گی کہ ممی کو ملیریا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر رکنا پڑا تو دوسرے خط میں لکھ دے گی کہ ممی کو ڈائریا بھی ہو گیا ہے۔ ویسے توقع ہے کہ ممی کا

انتقال کا تار اُسے نہ دینا پڑے گا.... بس اب سدھاریئے۔ ہوٹل ڈی فرانس کے پھاٹک کے قریب وہ آپ کو ہلکے نارنجی رنگ کی ساری میں ملبوس کھڑی ملے گی۔ ہاتھ میں سیاہ رنگ کا وینٹی بیگ ہوگا۔“

حمید نے مزید کچھ سننا پسند نہ کیا اور باہر نکل کر جیپ دبادی.... بڑی تیز رفتاری سے ہوٹل ڈی فرانس کی طرف آیا۔ جیپ روک دی لیکن کسی نارنجی پوش کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ اُس نے سوچا کہیں منیجر نے اُلو تو نہیں بنایا.... پھر خیال آیا کہ فریدی کا قدم درمیان ہے اس لئے منیجر سے کسی قسم کی بیہودگی سرزد نہیں ہو سکتی۔ بہر حال وہ پھاٹک کے قریب ہی جیپ روک کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد اُس کا جی خوش ہو گیا۔ نارنجی پوش قریب ہی رکنے والی ایک ٹیکسی سے اُتر رہی تھی.... شعلہ ہے شعلہ حمید نے سوچا۔ بڑا اچھا وقت گذرے گا۔ عمر پچیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی.... ہو سکتا تھا اس سے بھی کم رہی ہو۔ متناسب اور صحت مند جسم تھا۔ آنکھوں میں بلا کی جاذبیت تھی۔ رنگت شہابی ہلکے رنگ کی لپ اسٹک میں ہونٹ بڑے حسین لگ رہے تھے۔ میک اپ سلیقے سے کیا گیا تھا۔ ٹیکسی سے اُترتے ہی اُس نے دھوپ کی عینک لگالی اور پھاٹک کے قریب ہی آکر رک گئی۔ ٹیکسی جا چکی تھی۔ حمید نے خوب غور سے دیکھا۔ ساری ہلکی نارنجی تھی اور ہاتھ میں سیاہ رنگ کا وینٹی بیگ تھا۔ لیکن سوٹ کیس کا تذکرہ بمبینو کے منیجر نے نہیں کیا تھا اور اُس عورت نے ٹیکسی سے ایک سوٹ کیس بھی اُتارا تھا۔ حمید جیپ سے اُتر کر اُس کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر بولا۔ ”بمبینو....!“

”اوہ ٹھیک ہے....!“ عورت نے اُسے مزید کچھ نہ کہنے دیا اور جیپ کی طرف بڑھ گئی۔ حمید اُس کے پیچھے تھا۔ سوٹ کیس اٹھائے ہوئے۔

وہ اُس کے قریب ہی بیٹھی تھی اور حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے اب کیا کہنا چاہئے۔ بہر حال انجن اسٹارٹ کر کے اُس نے جیپ آگے بڑھائی اور تیز رفتاری سے نربدا اسٹیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

”اتنے ریش ہو کر نہ چلائیے۔“ عورت بولی۔

”بہت بہتر محترمہ....!“ حمید نے کہا اور رفتار کم کر دی۔

دعوت مسترد

ایک بار پھر شیلا کی آنکھیں اُسی تہہ خانے میں کھلیں اور وہ اس طرح کانپنے لگی جیسے ملک الموت قریب ہی کہیں موجود ہو۔

فریدی نے لیڈی انسپکٹر کلارا کے توسط سے شکیلہ سے سب کچھ اگلوالیا تھااور پھر شیلا کو بھی کلارا ہی کے سامنے سب کچھ اگلنا پڑا تھا۔ اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ اُسے نقاب پوش سے اب بھی وقتاً فوقتاً ملنا پڑے گا۔ طریقہ یہ تھا کہ شیلا پرنسٹن کے تھانے کے قریب کھڑی ہو کر سرخ رنگ کا رومال اپنے منہ پر پھیرتی اور اُسی دن رات کو نو بجے تار جام کی سڑک پر واقع مندر والے باغ میں نقاب پوش کا انتظار کرتی۔

فریدی نے دوسرے ہی دن انتظامات مکمل کر لئے اور شیلا کو مجبور کیا کہ پرنسٹن کے تھانے کے سامنے مجوزہ مظاہرہ کرے۔

وہ مجبور تھی سب کچھ کرنے پر۔ لیکن اس سے لاعلم تھی کہ فریدی کیا کرنے والا ہے۔ آخر رات بھی سر پر آگئی تھی اور اُسے تنہا مندر والے باغ تک جانا پڑا تھا۔

پھر پتہ نہیں وہ کس طرح اس تہہ خانے تک پہنچی۔ وہاں باغ میں تو صرف اتنا محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے بہت زور سے اُس کی کنپٹیاں دبائی ہوں۔

اور... اب... کیا ہوگا... وہ سوچ رہی تھی۔ یقینی طور پر فریدی نے نقاب پوش کیلئے جال بچھایا ہوگا لیکن اُس کی تدبیریں پٹ پڑیں۔ تبھی تو وہ اس تہہ خانے میں دوبارہ نظر آرہی ہے۔

اب کیا ہوگا.... اب کیا ہوگا.... ذہن میں صرف یہی ایک سوال گونج رہا تھا اور وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ خشک ہوتے ہوئے حلق میں کانٹے پڑے جا رہے تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دنیا کی وہ آخری رات ہو۔ اُس کے بعد.... اُس کے بعد اُس کا سر شدت سے چکرانے لگا تھا۔

اتنے میں دروازہ کے سرکنے کی آواز آئی اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس آواز کے اختتام پر اُس کی روح بھی جسم کا ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ اعضاء بے جان سے معلوم ہونے لگے.... اور پھر نقاب پوش نظر آیا۔ مسہری سے تھوڑے ہی فاصلے پر رک گیا تھا اور شیلا کو مسلسل گھورے جا رہا تھا۔

شیلا کے جسم کا رعشہ بڑھتا رہا۔

"خوش آمدید محترمہ شیلا۔" اُس نے چبھتی ہوئی آواز میں کہا اور آرام کرسی میں نیم دراز ہو گیا۔ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ "جو کچھ ہوا اس کی توقع تھی مجھے تم سے.... پس میں تو خواہ مخواہ تمہیں ایک موقع دینا چاہتا تھا۔ اتمام حجت کے طور پر.... ورنہ یہ تو آج تک ہوا ہی نہیں کہ اس تہہ خانے میں آنے والی کوئی لڑکی دوبارہ اپنے آدمیوں میں واپس جا سکی ہو۔ میں جانتا تھا کہ پولیس تمہارے ذریعہ سے جال بچھانے کی کوشش کرے گی۔ لہٰذا میں نے کہا.... یہ تفریح بھی سہی.... جاسوس اعظم میاں فریدی سلمہ' کے زیر سایہ ہی تمہارا اغواء دوبارہ ہو جائے.... اندازاً کتنے آدمی رہے ہوں گے۔ اُس کے ساتھ۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" شیلا کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "مجھے مجبور کیا گیا تھا۔ شکیلہ نے سب کچھ بتا دیا تھا فریدی کو.... پھر لیڈی انسپکٹر کلارا نے مجھ سے بھی اُگلوا ہی چھوڑا۔ بتاؤ اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے۔"

"میں بھی یہی کرتا۔" نقاب پوش نے کہا اور ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔ "تم ڈرو نہیں۔ پولیس کے سر پر سوار ہو کر جرائم کا ارتکاب کرنا میری ہابی ہے۔ بڑا لطف آیا آج جب میں پولیس کے گھیرے میں تمہیں نکال لایا۔"

شیلا کچھ نہ بولی۔ جسم کی کپکپی دور ہو چکی تھی اور ذہن بھی اس قابل ہو گیا تھا کہ کچھ سوچ سمجھ سکے۔

"کیا میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"دیکھو.... اب تم اپنے والدین کو منہ نہ دکھا سکو گی۔ کیونکہ اب تمہاری اصل کہانی سارے شہر میں پھیل جائے گی.... محض تمہاری بدنامی ہی کے خیال سے میں نے تمہیں اس طرح جا۔ نے دیا تھا.... لیکن اب.... تم خود سوچو.... اصل کہانی کے پھیل جانے کے بعد کیا تم کسی سے نظر ملانے کی جرأت کر سکو گی۔"

شیلا نے کچھ سوچتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اچھا تو سنو.... میری اسکیم یہ ہے کہ اب تم وہاں واپس ہی نہ جاؤ.... میرا بزنس ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور غیر ممالک کا ہیڈ آفس قاہرہ میں ہے.... اگر میں قاہرہ والا آفس تمہارے

چارج میں دے دوں تو کیسی رہے گی۔"

"میں بالکل نہیں سمجھی۔"

"تم قاہرہ میں شہزادیوں کی سی زندگی بسر کرو گی.... آزادی اور خود مختاری کی زندگی۔ سینکڑوں آدمی تمہارے ماتحت ہوں گے۔"

"مم.... مگر بزنس کیا ہے تمہارا....!"

"اعلیٰ پیمانے پر بردہ فروشی.... لیکن صرف لڑکیاں.... مختلف اقوام اور ممالک سے تعلق رکھنے والی۔ مشرق وسطیٰ میں یہ تجارت بڑی کامیاب ہے۔ مشرق وسطیٰ کے شیوخ اور سلاطین منہ مانگے دام ادا کرتے ہیں۔"

"یہ.... یہ تو بڑی بُری بات ہے۔"

"نکتہ نظر کا فرق ہوتا ہے۔ ورنہ اس دنیا میں نہ کوئی اچھی بات ہے اور نہ بُری۔ بہرحال تم کیا چاہتی ہو۔"

"مم.... میں.... سمجھ میں نہیں آتا.... اور یہ بھی درست ہے کہ اب میں یہاں کسی کو بھی منہ نہ دکھا سکوں گی۔"

"میرے خیال سے تم اس پر اچھی طرح غور کرو۔ بڑی شاندار زندگی بسر کر سکو گی ہمارے لئے صرف یہیں خطرات ہو سکتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں ہم قطعی آزاد ہیں۔ ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میرے معمولی ملازمین بھی شاہوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔"

❁

ہوٹل کے رجسٹر میں اُن کا اندراج شوہر اور بیوی کی حیثیت سے ہوا۔ اوپری منزل پر رہائشی کمرے تھے، چونکہ میاں بیوی کی حیثیت سے قیام ہوا تھا اس لئے ڈبل بڈ والا ایک ہی کمرہ نصیب ہو سکا۔ حمید نے ہاتھ پاؤں تو مارے تھے کہ دو کمرے مل جائیں۔ لیکن سرمائی تعطیلات کی بناء پر خاصی بھیڑ تھی اس لئے یہی ایک کمرہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا تھا۔ سپروائزر الگ احسان دھر رہا تھا کہ اُس نے بذریعہ تار کئے جانے والے ایک ریزرویشن کو کینسل کر کے وہ کمرہ اُن کے لئے فراہم کیا تھا۔

کمرہ میں آسائش کی ساری چیزیں مہیا تھیں.... لیکن مسہری صرف ایک ہی تھی۔ جس پر دو

تکیئے رکھے ہوئے تھے۔ عورت حمید کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ جواباً حمید بھی مسکرایا لیکن حقیقت یہ تھی کہ الجھن میں پڑ گیا تھا.... دراصل وہ صرف عورتوں کی ہم نشینی کا شائق تھا۔ جنسی تعلقات قائم کرنے سے کتراتا تھا۔

راستے ہی میں اُس نے محسوس کیا تھا کہ عورت شائستہ اور باذوق ہے۔ لیکن جنسی معاملات میں بے باک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ حمید نے بہت کوشش کی کہ اُس کا اتہ پتہ بھی معلوم ہو سکے لیکن اس موضوع پر گفتگو کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھی۔ جب بھی حمید چھیڑنے کی کوشش کرتا کوئی اور بات نکال بیٹھتی.... ایک بار تو صاف صاف کہہ نکلی تھی۔ "تمہیں آم کھانے سے غرض رکھنی چاہئے پیڑ گن کر کیا کرو گے.... ویسے میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم مشہور عورت خور سارجنٹ حمید ہو۔"

"لوگوں نے مجھے خواہ مخواہ بدنام کر رکھا ہے۔" حمید نے کہا تھا۔ "تم دیکھ ہی لو گی کہ میں کتنا شریف بچہ ہوں۔"

رات کا کھانا کھا کر وہ ریکریئیشن ہال میں آئے اور گیلری میں بیٹھ کر کافی پینے لگے۔ آرکسٹرا فوکس ٹروٹ بجا رہا تھا۔ لیکن ناچنے والے صرف تین جوڑے تھے۔

"ناچو گی....!" حمید نے پوچھا۔

"مجھے نہیں آتا.... اور یونہی گھسٹتے پھرنے سے کیا فائدہ۔" عورت نے جواب دیا۔

"معاف کرنا میں نے ابھی تک تمہارا نام نہیں پوچھا۔"

"پوچھتے بھی تو کیا فرق پڑتا.... صحیح نام تو کبھی نہ بتاتی۔"

"پھر بھی کیا کہہ کر مخاطب کروں۔"

"سیما کہہ لو.... مجھے بھی یہ نام پسند ہے۔"

"اچھا ہے.... کافی نغمگی رکھتا ہے اپنے اندر....!"

"میں نے اکثر تمہیں مے پول میں دیکھا ہے۔"

"مجھے اس ہوٹل کا نام پسند نہیں.... اگر یہ کسی اونچے پہاڑی مقام پر واقع ہوتا تب بھی چل جاتا یہ نام.... یورپ کی نقالی کے معاملے میں ہم لوگ بالکل گدھے واقع ہوئے ہیں۔ یورپ کے بعض مقامات پر مئی کا مہینہ موسم بہار لاتا ہے۔ بڑا خوشگوار ہوتا ہے اس لئے اگر وہاں کسی ہوٹل کا

نام ے پول ہو تو بات بھی ہے۔ یہاں تو مئی جون میں تیل نکلتا رہتا ہے۔"

"بال کی کھال نکالنے سے کیا فائدہ ڈارلنگ.... بس آنکھیں بند کر کے عیش کئے جاؤ۔ مجھے تم سے شکائت ہے کہ تم نے کھانے سے قبل مجھے پلائی نہیں۔"

"خدا کی پناہ.... تم پیتی ہو۔"

"کیوں....؟"

"شرابی عورتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں....!"

"اور خود پورے پورے بیرل صاف کر جاتے ہو گے۔"

"میں نہیں پیتا۔"

"بکواس ہے.... تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں۔"

"ماضی کی چغلی کھا رہی ہوں گی۔ کبھی بہت پیتا تھا۔ جب سے فوج چھوٹی.... سویلین بنا.... سولن بھی چھوٹ گئی۔"

"الفاظ سے کھیلتے ہو۔" وہ آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔

"یہ زندگی الفاظ ہی کا تو کھیل ہے۔"

"فلسفی بھی ہو۔" سیما ہنسنے لگی۔

اتنے میں ہوٹل کا منیجر بوکھلایا ہوا اُن کی طرف آیا۔

"جج.... جناب....!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "دیوان صاحب نے آپ کو سلام بولا ہے۔"

"وا علیکم السلام۔" حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ "میری طرف سے دعا بھی کہہ دینا۔"

"جج.... جناب اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے۔"

"کہاں ہیں۔"

"جی میرے آفس میں تشریف رکھتے ہیں۔"

"چلئے....!" حمید طویل سانس لے کر اٹھتا ہوا بولا اور سیما سے کہا۔ "تم یہیں بیٹھو۔"

وہ منیجر کے آفس میں آیا اور دیوان نے باقاعدہ کرسی سے اٹھ کر اُس کا استقبال کیا۔ یہ ادھیڑ عمر کا ایک تندرست و توانا آدمی تھا۔ شائد کبھی ملٹری میں بھی رہا ہو۔ انداز یہی کہہ رہے تھے۔ آنکھوں سے مکاری اور کینہ توزی بھی جھلکتی تھی۔

"آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں جناب۔" اُس نے پوچھا۔

حمید نے سوچا خود کو بدھو ہی پوز کرنا چاہئے۔ اللہ بڑا کارساز ہے۔ ہو سکتا ہے میدان میرے ہی ہاتھ رہے اور فریدی صاحب ٹاپ کر رہ جائیں۔ بس پھر اُس نے اپنے چہرے پر حماقت طاری کرلی۔

"مم.... میں.... دارالحکومت سے آیا ہوں.... جی ہاں۔"

"تشریف رکھئے.... آپ کو دیکھ کر نہ جانے کیوں دل بے اختیار آپ کی طرف کھنچنے لگا تھا۔ میں نے منیجر سے کہا کہ آپ کو میری طرف سے تھوڑی سی تکلیف دے۔"

"مگر انہوں نے تو مجھے کوئی تکلیف نہیں دی۔ بہت اچھے آدمی ہیں۔"

"آپ کا اسم شریف۔"

"بالکل شریف.... آپ کو اصلی نام بتا رہا ہوں ورنہ ہوٹل کے رجسٹر میں تو ساجد حمید لکھوایا ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے نام سے نفرت ہے۔ بھلا بتائیے کوئی بات ہوئی، بالکل شریف.... خدا جاہل والدین سے بچائے۔ یہ نام دراصل ایک نجومی نے وضع کیا تھا.... چونکہ میرے والدین کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی اس لئے اُن نجومی صاحب نے فرمایا کہ اس بار بچہ پیدا ہوتے ہی وقت تاریخ اور دن نوٹ کرلینا.... میں اُسکی مناسبت سے نام رکھ دوں گا بچہ زندہ رہے گا.... لہٰذا میں اس عمر میں بھی بالکل شریف ہوں ابھی حال ہی میں شادی ہوئی ہے.... سوچا گھوم پھر آئیں۔"

"کیا مشغلہ ہے آپ کا....!"

"فی الحال تو کچھ بھی نہیں.... والد صاحب کہتے ہیں کہ میں بالکل ناکارہ ہوں۔ اس لئے مجھے شاعری یا افسانہ نگاری کرنا چاہئے.... اُن کے کاروبار میں ہاتھ بٹانے کے لائق نہیں۔"

"کیا کاروبار ہے۔"

"کپڑا بنتے ہیں....!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کپڑے کا مل ہے۔"

"اوہ.... میں سمجھا تھا شائد....؟" دیوان مسکرایا۔

"جی.... اچھا تو پھر اب اجازت دیجئے۔ میری بیوی اکیلے ڈر رہی ہو گی۔"

"انہیں بھی یہیں لے آیئے.... بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آپ دونوں میرے ساتھ محل

میں چلئے.... نہ جانے کیوں آپ سے مل کر ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے بہت پرانی ملاقات ہو۔"

"ہی ہی ہی ہی....!" حمید نے احمقانہ انداز میں دانت نکال دیئے پھر بولا۔ "میں ذرا بیگم سے پوچھ لوں۔"

"ضرور.... ضرور.... ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہماری ریاست میں آنے والے ٹوورسٹ ہماری طرف سے اچھے خیالات لے کر جائیں۔ ہز ہائی نس نے اس کے لئے ایک الگ فنڈ قائم کیا ہے.... میں اس ریاست کا پرائم منسٹر ہوں۔"

"اُف فوہ.... جج جناب۔" حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور جھک جھک کر سلام کرنے لگا۔ دیوان بھی اٹھا اور اس کا شانہ تھپتھپاتا ہوا بولا۔ "نہیں نہیں.... اس کی ضرورت نہیں.... جائیے بیگم صاحبہ سے پوچھ آیئے.... میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ محل ہی میں رات گذاریں۔"

حمید سرپٹ دوڑتا ہوا سیما کے پاس آیا.... اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "چلو.... چلو مزہ آگیا.... ریاست کے دیوان نہ جانے کیوں مجھ پر مہربان ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں چل کر محل میں رہو۔ بیگم صاحبہ سے بھی مشورہ کرلو۔"

"تو پھر....؟"

"میرا خیال ہے کہ وہاں بڑے آرام سے رہیں گے۔"

"تم احمق ہو کیا....؟" سیما جھنجھلا گئی۔

"بالکل....!" حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ "بیوی مکمل ہی نہیں ہوتی جب تک شوہر کو احمق نہ سمجھنا شروع کردے۔ یہ ایک آفاقی حقیقت ہے۔ ملٹن کو زندگی بھر اس کا گہرا صدمہ رہا کہ اُس کی بیوی اُس کے سے جینئس آدمی کو بالکل چغد سمجھتی ہے۔ ٹاٹسوائے کی بیوی اُسے اس قابل بھی نہیں سمجھتی تھی کہ وہ کسی معزز آدمی سے گفتگو بھی کر سکے اور ٹامس کارلائل....!"

"بب.... بس....!" سیما میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ "میں یہاں سے کہیں نہ جاؤں گی۔ تم نہیں جانتے یہ ریاستوں والے بڑے سور ہوتے ہیں۔"

"اچھا میں جا کر معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ بھی بڑا سور ہے یا نہیں۔"

"بیٹھو....!" سیما میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ "خواہ مخواہ بور نہ کرو۔"

"انکار.... تو کر آؤں۔"

"جاؤ.... جلدی واپس آؤ.... میرا موڈ خراب نہ ہونے پائے سمجھے۔"

حمید پھر دیوان کے پاس واپس آیا اور بڑے ادب سے رونی آواز میں بولا۔ "جناب والا بیگم اس پر تیار نہیں.... وہ کہتی ہیں کہ میں بھی ایک بڑے سرمایہ دار کی بیٹی ہوں کسی کا احسان نہیں لے سکتی۔"

"خیر.... خیر.... کوئی مضائقہ نہیں.... ویسے انہیں اس پر تو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے اگر میں محل میں آپ کی دعوت کروں.... جواباً آپ بھی یہاں ہوٹل میں میری دعوت کر سکیں گے....!" دیوان ہنسنے لگا.... پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب اجازت دیجئے۔"

دونوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور دیوان رخصت ہو گیا۔

پھر سیما اور حمید کچھ دیر بعد کمرے میں واپس آ گئے۔

"بڑی پُر فضا جگہ ہے....!" سیما نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ پہلے کبھی یہاں کیوں نہیں آئی۔"

"کتنے دن ٹھہر سکو گی۔"

"جتنے دن چاہو....!" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

پھر اُس نے لیٹنے کی تیاری شروع کر دی۔

"میں پیٹی کوٹ اور بلاؤز ہی میں سوتی ہوں.... سلیپنگ سوٹ کی جھنجھٹ کون کرتا پھرے۔" اُس نے ساری کے بل کھولتے ہوئے کہا۔

اور حمید دیوار پر لگی تصویر پر متوجہ ہو گیا۔ پھر کھکار کر بولا۔ "ہاں عادت کی بات ہے۔ مجھے تو مسہری پر نیند نہیں آتی۔"

سیما نے ڈبل بیڈ پر اچٹتی سی نظر ڈال کر پوچھا۔ "کیوں....؟"

"پتہ نہیں کیوں....؟ ویسے بچپن ہی سے زمین پر سونے کی عادت ہے۔"

سیما دلآویز انداز میں مسکرائی اور بستر پر لیٹ گئی۔ زمین پر قالین کا فرش تھا۔

حمید نے تکیہ اور کمبل اٹھا کر فرش پر ڈال دیا اور سیما جھنجھلا کر بولی۔ "کیا بکواس ہے۔"

"ہے تو بکواس ہی لیکن ہمارے مذہب میں نکاح بھی ضروری ہے۔"

"شٹ اپ....!" سیما نے اچھل کر کروٹ بدلی۔

حمید فرش پر لیٹ چکا تھا.... تھوڑی دیر بعد اٹھ کر اُس نے روشنی گل کر دی.... جاگتا

رہا.... سیما شائد سفر کی تکان کی وجہ سے معمول کے خلاف جلد سو گئی تھی.... کمرے میں کلاک کی ٹک ٹک گونجتی رہی.... دفعتاً حمید نے سیما کی چیخ سنی اور اچھل پڑا۔

آخری جدوجہد

"کون ہے.... خبردار....!" حمید دہاڑا اور لیٹے ہی لیٹے تیزی سے سوئچ بورڈ کی طرف رینگ گیا.... لیکن لاحاصل، سوئچ آن کرنے پر بلب روشن ہی نہ ہوا.... غالباً مین سوئچ آف کر دیا گیا تھا۔

"سیما....!" اُس نے بلند آواز میں پکارا.... لیکن صرف جدوجہد کی آوازیں اندھیرے میں گونجتی رہیں۔ شائد اُس کا منہ دبا دیا گیا تھا۔

"خبردار.... گولی مار دوں گا۔" حمید نے پھر للکارا اور مسہری کی طرف رینگنے لگا۔

لیکن اب تو دھینگا مشتی کی آوازیں بھی نہیں آ رہی تھیں.... مسہری کے قریب پہنچ کر اُس نے پٹی پر ہاتھ رکھ دیا.... دوسرے ہی لمحے میں معلوم ہوا کہ مسہری خالی ہے۔

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پتلون اور جیکٹ اُس نے اپنے سرہانے ہی ڈال تھی۔ جلدی جلدی سلیپنگ سوٹ اتار کر پتلون اور جیکٹ پہنی اور ریوالور سنبھالتا ہوا (جو تکیئے کے نیچے ہی رکھا تھا) کاریڈور میں نکل آیا۔

یہاں بھی اندھیرا ہی تھا۔ شائد پورے ہوٹل کا مین سوئچ آف کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ کسی کمرے کے روشندان میں بھی روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا اور اندھیرے کی پرواہ کئے بغیر آندھی اور طوفان کی طرح زینے طے کئے اور نیچے پہنچتے ہی کسی سے بُری طرح ٹکرایا کہ دونوں اوپر تلے فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ حمید نے گرنے سے پہلے اُس پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ وہ جدوجہد کر رہا تھا کہ اُس کے نیچے سے آزاد ہو جائے.... آخر اُس نے بعض لوگوں کے نام لے لے کر انہیں پکارنا شروع کر دیا۔

پھر ہال روشن ہو گیا اور دو ویٹر حمید کو اپنی طرف لپکتے ہوئے نظر آئے.... اُس کی گرفت میں ہوٹل کا منیجر تھا۔ حمید نے اُسے دھکا دیا اور وہ دور جا گرا۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں حمید کا

ریوالور بھی نکل آیا۔ ویٹروں کے قدم رک گئے اور منیجر فرش ہی پر پڑا رہ گیا۔

"بتاؤ.... میری بیوی کہاں ہے۔" حمید غرایا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ ویٹروں نے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ حمید نے پھر گرج کر استفسار کیا۔

"ہم کچھ نہیں جانتے جناب....!" منیجر فرش پر پڑا ہوا گڑگڑایا۔

"تم جانتے ہو.... کوئی اندھیرے میں میری بیوی کو اٹھا لے گیا۔ مین سوئچ آف کر کے اندھیرا کر دیا گیا تھا.... اور تم اس وقت اندھیرے میں یہاں کیا کر رہے تھے اٹھو.... سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔"

اُس نے چپ چاپ تعمیل کی۔ چہرہ خوف نے بگاڑ دیا تھا۔ ویٹروں کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔

"وہ کہاں لے جائی گئی ہے۔" حمید سانپ کی طرح پھپھکارا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ دفعتاً حمید نے ریوالور والا ہاتھ زینے کی طرف گھما کر کہا۔ "چلو تم سب اوپر چلو میرے کمرے میں۔"

انہیں اوپر لا کر ایک لائن میں کھڑے ہو جانے کا حکم دیا اور پھر منیجر سے بولا۔ "تم ان دونوں کے ہاتھ اور پیر باندھ دو....!"

اُس نے ہچر مچر شروع کی لیکن جب حمید نے ٹریگر دبا دینے کی دھمکی دی تو آمادہ ہو گیا۔

اپنے اور سیما کے سلیپنگ گاؤنوں کی ڈوریوں سے اُن کے ہاتھ پشت پر بندھوائے اور دھکے دے کر انہیں فرش پر گرا دیا.... اب اُس نے دروازے کی چٹخنی چڑھائی اور ریوالور جیب میں رکھ کر منیجر کی طرف بڑھا۔

"بتاؤ.... وہ کہاں ہے۔" اُس نے اُس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے پوچھا۔

"دد.... دیکھئے جج جناب.... آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔ یہ نربدا اسٹیٹ ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" حمید نے کہہ کر ایک گھونسہ اُس کی ٹھوڑی پر جڑ دیا۔

وہ اچھل کر دور جا پڑا.... حمید سمجھا تھا کہ وہ دوبارہ اٹھ کر اُس پر چڑھ دوڑے گا.... لیکن ایسا نہ ہوا.... وہ اس طرح بے حس و حرکت ہو گیا تھا جیسے بیہوش ہو گیا ہو۔

حمید آگے بڑھا اور جھک کر اُس کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ منیجر کے ہونٹ ہلے اور اُس نے سرگوشی کی۔ "مجھے اسی طرح باہر کھینچ لے جایئے.... میں بتادوں گا یہ دونوں ویٹر اُسی کے آدمی ہیں۔"

حمید نے اُس کے بعد بھی اُسے آوازیں دیں، ہلایا جلایا اور بغلوں میں ہاتھ دے کر آدھے دھڑ سے اٹھائے ہوئے کوریڈور میں گھسیٹ لے آیا۔

"شکریہ جناب....!" منیجر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "یہ بڑی واہیات جگہ ہے.... باہر کے شرفاء خواتین کو یہاں کبھی ساتھ نہیں لاتے۔ آیئے میرے ساتھ لیکن ٹھہریئے پہلے اس کمرے کو مقفل کردیجئے تاکہ وہ سور کے بچے یہیں بند رہیں۔ اُسی حرام زادے کے گرگے ہیں۔"

کمرہ مقفل کر کے حمید منیجر کے کمرے میں آیا اور مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔

منیجر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تشریف رکھئے جناب.... اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا جناب.... بیگم صاحبہ دو تین دن بعد واپس آجائیں گی.... اُن کی جان کو خطرہ نہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔" حمید غرایا۔ "مجھے بتاؤ کون لے گیا ہے۔"

"ایسی صورت میں تو آپ دونوں ہی کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔"

"میں کہتا ہوں بتاؤ.... وہ کون تھا۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ.... وہ کون تھا.... کیونکہ نقاب پوش تھا۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ بیگم صاحبہ راج محل میں تشریف فرما ہوں گی۔"

"کیوں....؟ وہ نقاب پوش....؟"

"جی ہاں.... وہ نقاب پوش.... اسٹیٹ میں خاصی شہرت رکھتا ہے.... کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے.... حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اے۔ڈی۔ سی پرمود کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

❁

"اے ڈی سی.... پرمود....!" فریدی متفکرانہ انداز میں بڑبڑایا.... اور پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ انگلیوں میں دبا ہوا سگار کبھی کا بجھ چکا تھا۔ اُس نے کلارا کی زبانی نربدا اسٹیٹ والی سرگذشت سنی تھی۔

کچھ دیر بعد اُس نے کلارا کی طرف دیکھا اور اُس کے بائیں شانے پر نظر جمائے ہوئے بولا۔

"تو وہاں کے لوگوں کا عام طور پر یہی خیال ہے کہ ساری حرکتیں پرمود کی ہیں۔"

"عام طور پر یہی خیال ہے کہ نقاب پوش پرمود ہی ہے جو ہز ہائی نس کے لئے اس طرح کے ڈاکے ڈالتا پھرتا ہے۔"

"لیکن حمید کو تو دیوان نے دعوت دی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"منیجر کا بیان ہے کہ سیما کو اٹھا لے جانے والا وہی نقاب پوش تھا جو پہلے بھی اکثر اُسی ہوٹل میں اس قسم کی حرکتیں کر چکا تھا۔"

فریدی پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کلارا اُس سے کچھ پوچھنے کے لئے بے تاب ہو۔ کئی بار ایسا ہوا کہ اُس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹوں کو جنبش دی لیکن پھر خاموش رہ گئی۔

دفعتاً فریدی نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "غالباً تم میری تگ و دو کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہو.... میں نے زبردست دھوکا کھایا اور وہ لوگ شیلا کو پھر لے اڑے۔"

"پھر لے اڑے....؟" کلارا تقریباً چیخ پڑی۔

"ہاں....!" فریدی نے طویل سانس لی۔ "تم اگر میرے سر کے پچھلے حصے کو ٹٹول سکو تو تمہیں ایک چھوٹا سا سر اور ملے گا۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"وہ نامعلوم آدمی ہماری نقل و حرکت کی نگرانی کراتا رہا تھا۔ میں نے مندر والے باغ میں ایسی جگہ ٹھہر کر اُس پر نظر رکھنے کی کوشش کی تھی، جو میری دانست میں محفوظ ترین تھی.... لیکن....!" فریدی خاموش ہو گیا اور کلارا استفہامیہ انداز میں اُس کے چہرے پر نظر جمائے رہی۔

"اور پھر....!" فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے کس جانب سے حملہ کیا! سر کے پچھلے حصے پر کوئی وزنی چیز ماری گئی تھی.... اور میں بیہوش ہو گیا تھا لیکن اب مجھے توقع ہے کہ وہ جلد ہی ہاتھ آجائے گا۔"

"کس طرح....!"

"پھر کوئی حماقت کر بیٹھے گا....؟ اور بس....!" اُس نے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

"حماقت سے کیا مراد ہے آپ کی....!"

"میں اُن مجرموں کو احمق ہی سمجھتا ہوں، جو پولیس کو مرعوب کرنے کی کوشش کریں وہ میرے سر پر کوئی وزنی چیز مار کر بیہوش کرنے کی بجائے کسی بے آواز ریوالور سے میرا خاتمہ بھی کر سکتا تھا.... اسے حماقت نہیں تو اور کیا کہیں گے؟"

کلارا کچھ نہ بولی۔ وہ بھی کسی سوچ میں گم ہو گئی تھی۔ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "حمید کو مطلع کرو

کہ وہ اُسی ہوٹل میں قیام پذیر رہے.... اور دیوان سے مدد کی درخواست کرے۔"

"وہ پہلے ہی کر چکا ہے.... دیوان نے چھوٹتے ہی کہا تھا کہ اُس نے پچھلی رات اُس کی دعوت رد کر کے غلطی کی تھی اور اُس نے کہا کہ وہ خود اُس نقاب پوش سے تنگ آ گیا ہے۔ اسٹیٹ کی ساری عورتیں اُس کی وجہ سے پردہ نشین ہو گئی ہیں۔ گرلز اسکول اور کالجوں میں قفل پڑ گئے ہیں۔ ریاست کے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہز ہائی نس کے لئے لڑکیاں فراہم کی جاتی ہیں۔ لوگ یہاں تک کہہ بیٹھتے ہیں کہ وہ نقاب پوش پرمود کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ قطعی غلط ہے.... کیونکہ تمہاری بیوی کے اغواء کا جو وقت بتایا جاتا ہے اُس کے مطابق تو پرمود میرے ساتھ برج کھیل رہا تھا۔"

"ہوں....؟" فریدی نے ایک طویل سانس لی اور کلارا فوراً ہی بولی۔ "ہاں یہ تو بتائیے کہ سپرنٹنڈنٹ پر اس واقعہ کا کیا ردِعمل ہوا ہے۔"

"اُوہ.... وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر شیلا دوبارہ نہ ملی تو وہ مجھے نہ صرف برخواست کرادیں گے بلکہ مجھے مزید پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔"

"پھر آپ کیا کریں گے؟" کلارا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں! سب جانتے ہیں کہ میں تنخواہ کے لئے اس محکمے میں نہیں آیا جتنی تنخواہ مجھے یہاں ملتی ہے اُس سے کہیں زیادہ میرے مختلف اداروں کے منیجر مجھ سے وصول کر لیتے ہیں۔"

"لل.... لیکن.... محکمہ آپ کے بغیر بے جان ہو جائے گا.... انسپکٹر....!"

"دیکھا جائے گا.... اچھا اب اجازت دو....!"

کلارا بھی اُس کے ساتھ ہی باہر آئی اور فریدی نے کہا۔ "چلو تمہیں دفتر میں چھوڑتا ہوا یونیورسٹی چلا جاؤں گا۔"

اُس نے کلارا کے لئے کار کی پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور کلارا کے چہرے پر مایوسی کی جھلکیاں نظر آئیں.... لیکن وہ کچھ کہے بغیر پچھلی ہی نشست پر بیٹھ گئی۔

دفتر میں عام طور پر مشہور تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح فریدی کو شادی پر آمادہ ہی کر لے گی اور اگر فریدی نے منظور نہ کیا تو وہ نہ صرف تارک الدنیا ہو جائے گی بلکہ عیسائیت سے منہ موڑ کر کسی سادھو کی چیلی بن جائے گی۔

فریدی اُسے آفس میں چھوڑ کر یونیورسٹی کی جانب روانہ ہو گیا۔

کنور سنتوش سے ملنا تھا.... لیکن یہ ملاقات جلد نہ ہو سکی۔ کیونکہ کنور سنتوش کلاس لے رہا تھا۔

فریدی اُس کے ریٹائرنگ روم میں منتظر رہا.... کنور سنتوش اُسے دیکھتے ہی کھل اٹھا.... اور بڑی تیزی سے مصافحہ کے لئے بڑھا۔ انداز تو ایسا تھا جیسے معانقہ تک کر بیٹھے گا.... لیکن فریدی کی سرد سی مسکراہٹ نے سارا جوش ٹھنڈا کر دیا۔

اور وہ جھینپے ہوئے انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔ ”تشریف رکھئے جناب۔ مجھے اس کی اطلاع ملی ہے کہ شیلا واپس آگئی.... کیا یہ درست ہے۔“

”جی ہاں کبھی درست تھی یہ بات.... لیکن اب مجھے پھر اس کی تلاش ہے۔“

کنور نے اس پر حیرت کے اظہار کے ساتھ ہی ساتھ استفسار بھی کیا۔ ”میں نہیں سمجھا کیا بات ہے۔“

فریدی نے اُسے شیلا کی گلو خلاصی کی کہانی سنائی لیکن وہی جو شیلا نے پہلے سنائی تھی۔ یعنی کسی خرید کنندہ کے پنجے سے رہائی والی داستان.... لیکن دوسری بار غائب ہو جانے کی تفصیل سے گریز کیا۔ بس اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ پھر غائب ہو گئی ہے۔

”یہ تو بہت بُری خبر ہے۔“

”دراصل اس وقت تکلیف دہی کی وجہ یہ ہے کہ میں ہز ہائی نس کے اے۔ ڈی۔ سی پرمود کے بارے میں کچھ معلومات بہم پہنچانا چاہتا ہوں۔“

”اوہو.... تو اُس تک آپ کا خیال بھی جا پہنچا....؟“

”قدرتی بات ہے جناب!“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”اسٹیٹ میں بھی وہ کافی بدنام ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کا اوور کوٹ اُسی نے استعمال کیا ہو۔“

کنور سنتوش کسی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ ”ممکن ہے.... میرا خیال ہے کہ وہ میرا ہی ایسا جسم رکھتا ہے۔ قد بھی تقریباً یکساں ہے.... لیکن وہ اتنا بُرا آدمی نہیں ہو سکتا جی ہاں۔ یہ بھی درست ہے کہ وہ اسٹیٹ میں بہت بدنام ہے۔ لیکن جہاں تک اُس کے خلاف ثبوت بہم پہنچانے کا سوال ہے آج تک کوئی بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میرا خیال ہے کہ نقاب پوش کو بے نقاب کئے بغیر یہ معمہ کسی طرح حل ہی نہ ہو سکے گا۔“

"آپ کا خیال بالکل درست ہے۔" فریدی اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا وہ اس طرح آپ کا کوٹ استعمال کر سکتا ہے کہ آپ کو پتہ ہی نہ چل سکے۔"

"جی ہاں.... ممکن ہے کیونکہ وہ محل کے ہر حصے میں بلا روک ٹوک جا سکتا ہے اور شائد کوٹ کے متعلق میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اُس رات وہ میرے پاس نہیں تھا۔"

"کیا وہ ایسی کاریں بھی استعمال کر سکتا ہے جن پر اسٹیٹ کے جھنڈے لگے ہوں۔"

"ایسی ساری کاریں اُس کے استعمال میں رہتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہز ہائی نس کو اُس پر بہت زیادہ اعتماد ہے۔"

"اچھا دیوان کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"نہ بہت اچھا نہ بہت بُرا۔ عیاش ضرور ہے لیکن اس حد تک بھی نہیں کہ اسٹیٹ کی بدنامی کے درپے ہو جائے۔"

"اچھا اب اجازت دیجئے۔" فریدی مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا آپ کا کافی وقت برباد ہوا۔

"جی نہیں.... قطعی نہیں.... مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک آپ کے کسی کام نہ آسکا۔ یقین کیجئے! میں شیلا کے لئے بہت پریشان ہوں کیونکہ .... وہ بہت نیک لڑکی ہے۔ بے حد شریف.... میں اُسے صرف اُسی ایک نکتہ نظر سے نہیں دیکھتا جس کے لئے وہ بدنام ہے.... بڑی خوبیوں کی مالک ہے جناب۔"

"دیکھئے....!" فریدی نے طویل سانس لی، "جو کچھ بن پڑ رہا ہے کر رہا ہوں.... آگے اللہ کی مرضی۔"

یونیورسٹی سے وہ پرنسٹن کے تھانے میں آیا اور انچارج کو اُس کے کوارٹر سے بلوا کر تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا پھر بولا۔"سیٹھ ممدو بھائی تو شاید آپ ہی کے علاقے میں کہیں رہتا ہے۔"

"پرانی بات ہوئی.... سنا ہے جس زمانے میں یہاں تھا، تھانے والوں کی باقاعدہ تنخواہ باندھ رکھی تھیں اور تنخواہیں اصل تنخواہوں سے پانچ گنا زیادہ ہوتی تھیں۔"

"شراب ہی کا تاجر تھا نا....!" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... تھا نہیں بلکہ اب بھی ہے۔"

"اب کہاں رہتا ہے۔"

"اب تو وہ.... مگر نہیں.... شائد میں بھولتا ہوں.... ذرا ٹھہریئے۔" اُس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ اردلی کمرے میں داخل ہوا۔

"حوالدار گجر سنگھ کو بلاؤ۔" انچارج نے اُس سے کہا اور فریدی سے بولا۔ "یہ گوجر سنگھ تھانے کا سب سے پرانا آدمی ہے۔ غالباً اُسی وقت کا جب ممدو بھائی یہیں پرنسٹن ہی کے علاقے میں رہتا تھا۔"

گوجر سنگھ نے اُس مکان کی نشاندہی کی اور بولا۔ "اب تو اُس کا بہت بڑا کاروبار ہے جناب۔"

"کیا اُس کا اسٹاک بھی اُسی مکان میں رہتا تھا۔"

"جی ہاں جناب....!" گوجر سنگھ نے کہا۔ "میں نے دیکھے ہیں وہ تہہ خانے جہاں ہزاروں بوتلوں اور بیرلوں کا اسٹاک رہتا تھا۔ شراب کا اسمگلر بھی تھا جناب۔"

"کیا وہ تہہ خانہ کسی قسم کے میکنزم پر کام کرتے ہیں۔"

"جی ہاں.... سارا بجلی کا کھیل ہے.... ایک بار تاروں میں کچھ گڑ بڑ ہوگئی تو اور تہہ خانے پندرہ دن تک نہیں کھل سکے تھے۔ ممدو بھائی کی دوکان ویران ہوگئی تھی۔"

"ہوں اچھا....!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "اس پوچھ گچھ کا تذکرہ کسی سے نہ آنے پائے۔"

پھر انچارج نے بھی گوجر سنگھ کو اسی کی تاکید کی۔

فریدی دفتر میں آیا۔ کلارا اُسی کی کرسی پر براجمان تھی۔ فریدی کو دیکھ کر اُس نے اٹھنا چاہا لیکن فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بیٹھی رہو.... بیٹھی رہو۔"

وہ دوسری میز کے کونے پر ٹک گیا اور جیب سے سگار نکال کر اُس کا سر توڑنے لگا۔

"کیا رہا یونیورسٹی میں۔" کلارا نے پوچھا۔

"کنور سنتوش سے پرمود کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں، جو کوئی خاص نہیں.... وہ بھی یہی کہتا ہے کہ اسٹیٹ کے لوگ خواہ مخواہ پرمود کی طرف سے بدگمان ہیں وہ اس حد تک نہیں جاسکتا اور ہز ہائی نس بھی اس قسم کی حرکت نہیں کرسکتے۔ کوئی اور ہی ہے، جو اپنے جرائم ان لوگوں کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا ہے.... تم ذرا ڈائریکٹری میں ممدو بھائی وائن ڈیلر کے ٹیلی فون نمبر تو دیکھنا۔"

"یہ ممدو بھائی کہاں سے آکودا....!" کلارا بے اعتباری سے مسکرائی۔

"دیکھو تو.... تم....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

کلارا ڈائریکٹری کے اوراق الٹنے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "تھری ایٹ ناٹ ٹو سکس۔!"

فریدی نے فون پر نمبر ڈائیل کئے اور ریسیور میں بولا۔ "ممدو بھائی .... ہوں.... فون پر بلائیے.... شکریہ۔"

وہ ریسیور کو کان سے لگائے خلاء میں گھورتا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "میں انسپکٹر فریدی بول رہا ہوں۔ اوہو.... گھبرانے کی کوئی بات نہیں ممدو بھائی۔ میں تم سے تمہارے پرنسٹن والے مکان کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں.... کرایہ پر اٹھادیا.... مگر کس کے ہاتھ۔ جوا ہوتا ہے۔ تم نے آخر پولیس کو کیوں نہیں مطلع کیا.... اُوہ ہنٹر.... وہی تو نہیں جس کے چہرے پر چوٹ کا گہرا نشان ہے.... اُوہ.... اچھا.... اچھا.... ہاں.... اچھا دیکھو.... تہہ خانے میں کہیں زہرہ کا ایک مجسمہ بھی ہے سنگ مرمر کا.... بہت اچھا ممدو بھائی شکریہ۔ نہیں مجھ سے ملنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں.... ویسے تم اس گفتگو کے متعلق کسی سے کچھ نہ کہنا.... شکریہ۔"

فریدی ریسیور رکھ کر کلارا کی طرف مڑا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"کام بن گیا.... تصدیق ہو گئی۔" اُس نے کہا۔ "اُن تہہ خانوں کا سراغ مل گیا جہاں شیلا اب بھی مل سکے گی۔"

"کہاں کس طرح....!"

"شیلا سے میں نے تہہ خانوں کی ساخت کے بارے میں پوچھا تھا اور اندازہ لگایا تھا کہ وہ شراب محفوظ رکھنے کے گودام ہی ہو سکتے ہیں۔ شیلا نے زہرہ کے مجسمے کا بھی تذکرہ کیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہاں وہ مجسمہ کیوں نصب تھا۔ خیال آیا کہ پرنسٹن کے علاقے ہی میں تو ممدو بھائی رہتا ہے جس کے زیرِ زمین گوداموں کی ایک بار تلاشی لی گئی تھی۔ لہٰذا اُسے بھی دیکھ ہی لینا چاہئے۔"

فریدی نے خاموش ہو کر سگار سلگایا اور پھر بقیہ داستان بھی دہرا دی۔

"آپ محض اپنی یادداشت کی بناء پر دوسروں پر سبقت لے جاتے ہیں۔ مسٹر فریدی۔" کلارا نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن بہت زیادہ محتاط ہو کر کام کرنا پڑے گا.... کیونکہ وہ لوگ بہت محتاط ہیں میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں کی نگرانی باقاعدہ طور پر ہو رہی ہے۔"

پھر وہ اس کے بعد ہی انتظامات میں مشغول ہو گیا تھا۔ ٹھیک نو بجے رات کو پانچ ایسے ٹرکوں کا قافلہ پرنسٹن کے تھانے کے قریب نظر آیا جس پر مزدور لدے ہوئے تھے اور ٹرکوں پر لکھا ہوا تھا۔ "پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔" اور وہ ٹرک اُسی گلی سے گذرتے چلے گئے جسمیں ممدو بھائی کی کوٹھی تھی۔

❁

نقاب پوش ہنٹر سے کہہ رہا تھا۔ "فریدی بُری طرح چکرایا ہوا ہے؟"

"میں فکر مند ہوں باس....!" ہنٹر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "جب وہ چکرایا ہوا نظر آئے تو یہی سمجھنا چاہئے کہ وہ منزل مقصود کے قریب پہنچ چکا ہے اور کسی وقت بھی بے خبری میں دبوچ بیٹھے گا۔"

"ناممکن.... اُس کی ہر لحظہ نقل و حرکت کی خبریں مجھے مل رہی ہیں۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔"

"میں پھر کہوں گا باس کہ آپ نے مندر والے باغ میں بہترین موقع کھو دیا.... ہاتھ آئے ہوئے شکار کا خاتمہ نہ کر سکے۔"

"میں اُسے سبق دینا چاہتا ہوں۔" نقاب پوش نے ہنس کر کہا۔

"میں مطمئن نہیں ہوں باس....!" ہنٹر کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "صبح سے آنکھ پھڑک رہی ہے۔"

"شٹ اپ:...!" نقاب پوش نے کہا اور جواریوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اُس کاریڈور میں آیا جہاں تہہ خانے کا راستہ تھا۔

تہہ خانے میں اس وقت صرف شیلا ہی تھی اور اُس کے چہرے پر ایسی مردنی چھائی ہوئی تھی جیسے برسوں کی بیمار ہو۔

"کیوں تم نے کیا سوچا....!" نقاب پوش نے اُسے مخاطب کیا۔

"خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو.... میں قاہرہ نہیں جاؤں گی۔"

"تب تو.... تب تو....!" نقاب پوش غصیلی آواز میں بولا۔ "تم اپنے بہت بُرے حشر کے لئے تیار ہو جاؤ.... محترمہ شیلا.... اوپر اس وقت تقریباً دو درجن آدمی موجود ہیں۔"

"رحم.... خدا کے لئے رحم....!" وہ گڑگڑاتی ہوئی اُس کے قدموں میں آرہی۔

ٹھیک اُسی وقت گھنٹی کی زور دار آواز تہہ خانے کی محدود فضا میں گونجی اور نقاب پوش اچھل پڑا۔ سامنے دیوار پر سرخ رنگ کا بلب روشن ہو گیا تھا۔

"اُوہ....!" وہ ایک جانب جھپٹتا ہوا بولا۔ "خیر میں تمہیں پھر مہلت دیتا ہوں۔"

آج اُس نے دوسری دیوار کا ایک پش سوئچ استعمال کیا تھا۔ دروازہ نمودار ہوا اور جیسے ہی وہ اُس سے گذر کر آگے بڑھا دیوار پھر برابر ہو گئی۔

کچھ دیر بعد وہ عمارت کی پشت پر گلی میں کھڑا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک زور دار آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔ "خبر دار اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا۔"

نقاب پوش نے قریب ہی کھڑی ہوئی ایک جیپ میں چھلانگ لگائی.... اور ایک فائر ہوا.... پھر جیسے ہی جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی.... کئی فائر ہوئے۔

لیکن وہ نکلا ہی چلا گیا۔ اندھا دھند ڈرائیو کر رہا تھا۔ ابھی زیادہ رات نہیں گئی تھی۔

سڑکوں پر لوگ چل پھر رہے تھے۔ کسی قدر ٹریفک بھی تھا۔ لیکن وہ ان سب کی پرواہ کئے بغیر اڑا جا رہا تھا۔ کافی مشاق معلوم ہوتا تھا۔ ابھی تک کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

پھر وہ شہر سے باہر ہی نکل آیا۔ لیکن جیپ کی رفتار میں کمی واقع نہ ہوئی۔

اُس نے مڑ کر دیکھا.... دور کسی موٹر سائیکل کا ہیڈ لیمپ نظر آرہا تھا۔ ایکسیلیٹر پر دباؤ مزید بڑھ گیا۔

موٹر سائیکل کا ہیڈ لیمپ پھر بھی نظر آتا رہا.... اور اب تو جیپ کی تیز رفتاری کے باوجود بھی نزدیک ہوتی معلوم ہو رہی تھی.... لیکن ریوالور کی رینج سے باہر ہی تھی۔

کئی بار نقاب پوش نے ریوالور کے دستے پر ہاتھ ڈالا لیکن پھر کچھ سوچ کر اُسے استعمال نہیں کیا۔

پھر جیپ ایک کچے راستے پر موڑ دی گئی اور کچھ دور نکل آنے پر نقاب پوش نے پھر مڑ کر دیکھا! موٹر سائیکل اب بھی تعاقب کر رہی تھی۔

کچا راستہ ختم ہوا۔ پھر پکی سڑک ملی.... اور جیپ نے پھر فراٹے بھرنے شروع کئے۔ موٹر سائیکل اب بھی ریوالور کی رینج سے باہر تھی۔ تعاقب کرنے والا.... کافی چالاک معلوم ہوتا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد جیپ نربدا اسٹیٹ کی حدود میں داخل ہوئی۔ موٹر سائیکل اب بھی پیچھے لگی ہوئی تھی۔

یہاں سڑکیں سنسان پڑی تھیں، اس لئے نقاب پوش اور بھی زیادہ بے خوف ہو کر ڈرائیو کر رہا تھا۔ یہاں پھر اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا.... موٹر سائیکل سوار اب بھی رینج سے باہر تھا۔

پھر جیپ محلات کی حدود میں بھی داخل ہو گئی۔

فریدی نے بھی موٹر سائیکل کی رفتار بڑھائی اور محلات کی حدود میں گھستا چلا گیا۔ پھر ایک جگہ اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے جیپ کی رفتار کم ہو رہی ہو۔ اُس نے بھی رفتار کم کی۔ خدشہ تھا کہ کہیں جیپ سوار فائر نہ کر بیٹھے۔

کچھ دور چل کر جیپ رک ہی گئی اور کسی نے جیپ پر سے قد آدم باڑھ کی طرف چھلانگ لگائی۔

فریدی نے بڑی پھرتی سے موٹر سائیکل روکی اور ریوالور سنبھالے ہوئے مہندی کی باڑھ کی طرف جھپٹا۔ کمپاؤنڈ میں دور دور پر روشنی کے پول تھے۔ اس لئے اس حصے میں اندھیرا ہی تھا۔

دفعتاً فریدی اچھل پڑا اور اچھلنے ہی نے جان بچالی ورنہ گولی جو ابھی کان کے پاس سے نکل گئی تھی شاید پیشانی ہی پر بیٹھتی۔

وہ زمین پر لیٹ گیا اور آہستہ آہستہ رینگتا ہوا مہندی کی باڑھ کی طرف بڑھتا رہا۔ ویسے اُسے اندازہ تھا کہ فائر کس جگہ سے ہوا ہے۔

پھر ایسی آواز آئی جیسے کوئی اٹھ کر بھاگا ہو۔ اب تو فریدی کو بھی مہندی کی باڑھ پھلانگنی پڑی۔

اُدھر فائر کی آواز نے آس پاس کی عمارتوں کے لوگوں کو چوکنا کر دیا تھا۔ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگی تھیں.... اور کچھ لوگ تو ایک دوسرے کے نام لے لے کر پکار رہے تھے۔ پوچھ رہے تھے کہ کیا معاملہ ہے۔

فریدی فائر کرنے والے کے پیچھے دوڑ رہا تھا.... دفعتاً ایک جگہ بھاگنے والا لڑکھڑایا۔ غالباً اُس نے ٹھوکر کھائی تھی۔

اُس نے سنبھلنے کی کوشش تو کی تھی لیکن پھر ڈھیر ہی ہو گیا۔ قبل اس کے دوبارہ اٹھ سکتا فریدی نے کافی فاصلے سے اُس پر چھلانگ لگادی اور دور تک رگیدتا چلا گیا۔

نقاب پوش کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اُس کی گرفت سے آزاد ہو جائے۔ فریدی کو نوچ کھسوٹ ڈالا۔ لیکن فریدی کی فولادی گرفت سے نکل نہ سکا۔

"کون ہے.... کیا ہے۔" آوازیں قریب آتی جارہی تھیں۔ ساتھ ہی ہلتی ہوئی سی روشنی بھی کبھی کبھی اُن پر پڑ جاتی تھی۔ غالباً آنے والوں میں سے کسی کے ہاتھ میں پٹر ومیکس لیمپ بھی تھا۔

"آؤ.... آؤ....!" فریدی نے جواباً چیخ کر کہا۔ "آج چور پکڑا گیا ہے۔"

"کون ہے کیا ہے۔" پھر آوازیں آئیں۔

نقاب پوش وحشیانہ انداز میں فریدی کی کلائیوں پر منہ مارنے کی کوشش کررہا تھا۔

دفعتاً وہ دونوں پیٹر ومیکس کی روشنی میں آگئے۔

"ارے کون ہے؟" کوئی چیخا۔ "اُوہو.... نقاب پوش.... نقاب پوش....!"

پھر وہ دونوں گھیر لئے گئے۔

"جانے نہ پائے.... جانے نہ پائے۔" مجمع چیخ رہا تھا۔

اتنے میں فریدی نے اُسے قلعہ جنگ کے داؤں پر مارااور وہ سر کے بل نیچے چلا آیا۔

"واہ.... وا.... دبوچ لے۔" ہلڑ بڑھتا گیا۔

فریدی نے محسوس کرلیا کہ نقاب پوش ڈھیلا پڑ رہا تھا۔ بس اُس نے کہنی سے اُس کی بائیں کنپٹی پر گھسے لگانے شروع کردیئے.... نقاب پوش ست ہوتا چلا گیا۔

یہ سب کچھ ہورہا تھا لیکن مجمع میں سے کسی نے بھی آگے بڑھنے کی زحمت یا ہمت نہیں کی۔

نقاب پوش بالکل ہی بے سدھ ہوگیا۔

اتنی دیر میں چاروں طرف نقاب پوش کا ہلڑ ہوگیا تھا۔ لوگ ہر جانب سے امنڈنے لگے۔ محل کے مسلح پہرہ دار بھی آگئے۔

نقاب پوش زمین پر چت پڑا تھا.... اور فریدی قریب ہی کھڑا اس طرح ہاتھ جھاڑ رہا تھا جیسے کہنے والا ہو۔ "چلو یہ بنڈل بھی اٹھاؤ۔"

"کیا یہ مر گیا....؟" پہرہ داروں کے کمانڈر نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ وہ فریدی کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ کیونکہ خود اُس کی آنکھیں پیٹر ومیکس کی تیز روشنی کی زد پر تھیں اور فریدی کسی قدر اندھیرے میں تھا۔

"نہیں دوست....!"

"تم کون ہو....!" اُس نے بھنا کر پوچھا اور فریدی روشنی میں آگیا۔

"ارے.... آپ.... یعنی کہ....!"

"ہاں میں ہوں۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "چلو پہچانا تو تم نے۔"

"لل.... لیکن یہ نقاب پوش؟ اور آپ یہاں کہاں؟"

"یہ صرف نربدا اسٹیٹ ہی نہیں بلکہ پورے ملک کا دشمن ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ.... اچھا تو.... چلیں اسے دیوان صاحب کے سامنے اٹھوا لے چلیں۔"

"ہرگز نہیں.... اُن کو یہیں لاؤ.... میں اُن گواہوں سے محروم ہونا پسند نہیں کروں گا جن کے سامنے میں نے اُسے ایک طویل جدوجہد کے بعد قابو میں کیا تھا۔ جنہوں نے مجھ پر کئے جانے والے فائر کی آواز سنی تھی.... جن کے سامنے ہی نقاب پوش کے قبضے سے ایک ایسا ریوالور برآمد کروں گا جس سے کچھ دیر پہلے ہی گولی چلائی گئی ہو.... اور مشیر نامہ تیار کروں گا۔"

"یہ سب کچھ دیوان صاحب کے سامنے ہی ہو سکے گا.... بھلا گواہ منحرف کیوں ہونے لگے؟"

"یہ نہ کہو ڈیئر....!"

"ارے جناب ہم بھی تنگ آئے ہوئے تھے اس بدبخت سے۔ دیوان صاحب تو کچا ہی چبا جائیں گے.... اسٹیٹ بدنام ہو رہی تھی اس کی بدولت.... عام طور پر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ہز ہائی نس ہی کا کوئی گرگا ہے۔ اس طرح ہز ہائی نس کے لئے لڑکیاں فراہم کرتا ہے۔"

"اچھا اگر یہ بات سچ ہی نکلی تو....!"

"ہرگز نہیں جناب.... ہمارے ہز ہائی نس نہ پہلے کبھی ایسے تھے اور نہ اب ہیں۔ خیر اچھی بات ہے میں دیوان صاحب کو اطلاع بھجوا رہا ہوں۔"

پھر شائد اُس نے بیہوش مجرم کی نقاب کشائی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فریدی بول پڑا۔ "ابھی نہیں.... اپنے دیوان صاحب کو آ ہی جانے دیجئے۔"

فریدی بیہوش نقاب پوش کے پاس دوزانو بیٹھ کر اُس کے ہاتھوں میں ہلکی ہتھکڑیوں کا جوڑا ڈالنے لگا جو وہ اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔

"ہاں جناب.... یہ آپ کے سارجنٹ حمید صاحب شادی کب کر بیٹھے۔ یہاں مقیم ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ یہی نقاب پوش اُن کی بیگم کو بھی لے گیا۔"

"اب سب ٹھیک ہو جائے گا....!" فریدی نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد دیوان بھی وہاں پہنچ گیا۔ پہرہ داروں کے کمانڈر نے فریدی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "میں دراصل انہیں کی اسٹیٹ کا باشندہ ہوں۔"

"اوہ بڑی خوشی ہوئی جناب آپ سے مل کر۔" دیوان نے فریدی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ تو بہت ہی اونچے آدمی ہیں۔ سنا ہے کہ سراغ رسانی کے شوق میں اسٹیٹ منیجروں کے حوالے کردی ہے۔"

"شوق ہی ٹھہرا.....!" فریدی مسکرایا۔

وہ سبھی بے چین تھے کہ کسی طرح نقاب پوش جلد بے نقاب ہو جائے لیکن جب اُس کے چہرے سے نقاب ہٹائی گئی تو بہتیری چیخیں نکل گئیں۔ خود فریدی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کیونکہ یہ تو کنور سنتوش کمار تھا.... شرمیلا کنور سنتوش کمار.... کنور سنتوش کمار جو ایک بہت بڑی پوزیشن پر لات مار کر ساڑھے چار سو روپے کی معلمی کرتا تھا.... اور جسے اعتراف تھا کہ وہ تنخواہ کے لئے ملازمت نہیں کرتا بلکہ اپنے ذوق کی تسکین کے لئے معلمی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے.... کنور سنتوش کمار جسے شیلا کے اغواء پر بے حد دکھ پہنچا تھا.... وہ کنور سنتوش کمار راہ چلتی لڑکیوں کو اٹھالے جاتا تھا.... وہ کنور سنتوش کمار لڑکیوں کی تجارت کرتا تھا.... انہیں اُن کے اعزہ سے زبردستی چھڑاتا تھا.... اور پھر کالے کوسوں بھجوا کر فروخت کرادیتا تھا۔

محلات میں کھلبلی پڑگئی.... نقاب پوش ہوش میں آچکا تھا اور خود اپنے ہی پیروں سے چل کر مخصوص محل کی ڈیوڑھی تک آیا تھا۔ ہز ہائی نس راجہ تیج بھان جی اسی محل میں گوشہ نشین تھے.... دیوان ہی کے مشورے کی بناء پر اُسے یہاں لایا گیا تھا۔ اور اس وقت وہ ملاقات کے کمرے میں راجہ صاحب کے حکم کے منتظر تھے۔

کچھ دیر بعد اُن دونوں پہلوانوں نے راجہ کی آمد کی اطلاع دی جو اُس کے ساتھ اُسی مخصوص محل میں رہتے تھے۔

دوسرے ہی لمحے میں ایک مغربی طرز کا ہیجڑا کمرے میں داخل ہوا جس نے نارنجی اسکرٹ اور سفید بلاؤز پہن رکھا تھا۔ پنڈلیوں پر جسم کی رنگت سے مناسبت رکھنے والے اسٹاکنگ تھے اور پیروں میں ٹاپ ہیل جوتے.... کنور سنتوش کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ہیجڑوں ہی کے سے انداز میں چیخا۔ "اے ہے.... نکالو ہتھکڑی میرے بچے کے ہاتھوں سے.... یہ کون نگوڑ مارا ہے

"ارے.... آپ.... یعنی کہ....!"

"ہاں میں ہوں۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "چلو پہچانا تو تم نے۔"

"لل.... لیکن یہ نقاب پوش؟ اور آپ یہاں کہاں؟"

"یہ صرف نربدا اسٹیٹ ہی نہیں بلکہ پورے ملک کا دشمن ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ.... اچھا تو.... چلیں اسے دیوان صاحب کے سامنے اٹھوا لے چلیں۔"

"ہرگز نہیں.... اُن کو یہیں لاؤ.... میں اُن گواہوں سے محروم ہونا پسند نہیں کروں گا جن کے سامنے میں نے اُسے ایک طویل جدوجہد کے بعد قابو میں کیا تھا۔ جنہوں نے مجھ پر کئے جانے والے فائر کی آواز سنی تھی.... جن کے سامنے ہی نقاب پوش کے قبضے سے ایک ایسا ریوالور برآمد کروں گا جس سے کچھ دیر پہلے ہی گولی چلائی گئی ہو.... اور مشیر نامہ تیار کروں گا۔"

"یہ سب کچھ دیوان صاحب کے سامنے ہی ہو سکے گا.... بھلا گواہ منحرف کیوں ہونے لگے؟"

"یہ نہ کہو ڈیئر....!"

"ارے جناب ہم بھی تنگ آئے ہوئے تھے اس بدبخت سے۔ دیوان صاحب تو کچا ہی چبا جائیں گے.... اسٹیٹ بدنام ہو رہی تھی اس کی بدولت.... عام طور پر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ہز ہائی نس ہی کا کوئی گرگا ہے۔ اس طرح ہز ہائی نس کے لئے لڑکیاں فراہم کرتا ہے۔"

"اچھا اگر یہ بات سچ ہی نکلی تو....!"

"ہرگز نہیں جناب.... ہمارے ہز ہائی نس نہ پہلے کبھی ایسے تھے اور نہ اب ہیں۔ خیر اچھی بات ہے میں دیوان صاحب کو اطلاع بھجوا رہا ہوں۔"

پھر شائد اُس نے بیہوش مجرم کی نقاب کشائی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فریدی بول پڑا۔ "ابھی نہیں.... اپنے دیوان صاحب کو آ ہی جانے دیجئے۔"

فریدی بیہوش نقاب پوش کے پاس دوزانو بیٹھ کر اُس کے ہاتھوں میں ہلکی ہتھکڑیوں کا جوڑا ڈالنے لگا جو وہ اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔

"ہاں جناب.... یہ آپ کے سارجنٹ حمید صاحب شادی کب کر بیٹھے۔ یہاں مقیم ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہی نقاب پوش اُن کی بیگم کو بھی لے گیا۔"

"اب سب ٹھیک ہو جائے گا....!" فریدی نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد دیوان بھی وہاں پہنچ گیا۔ پہرہ داروں کے کمانڈر نے فریدی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ''میں دراصل انہیں کی اسٹیٹ کا باشندہ ہوں۔''

''اوہ بڑی خوشی ہوئی جناب آپ سے مل کر۔'' دیوان نے فریدی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ تو بہت ہی اونچے آدمی ہیں۔ سنا ہے کہ سراغ رسانی کے شوق میں اسٹیٹ منیجروں کے حوالے کردی ہے۔''

''شوق ہی ٹھہرا....!'' فریدی مسکرایا۔

وہ سبھی بے چین تھے کہ کسی طرح نقاب پوش جلد بے نقاب ہو جائے لیکن جب اُس کے چہرے سے نقاب ہٹائی گئی تو بہتیری چیخیں نکل گئیں۔ خود فریدی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کیونکہ یہ تو کنور سنتوش کمار تھا.... شرمیلا کنور سنتوش کمار.... کنور سنتوش کمار جو ایک بہت بڑی پوزیشن پر لات مار کر ساڑھے چار سو روپے کی معلمی کرتا تھا.... اور جسے اعتراف تھا کہ وہ تنخواہ کے لئے ملازمت نہیں کرتا بلکہ اپنے ذوق کی تسکین کے لئے معلمی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے.... کنور سنتوش کمار جسے شیلا کے اغواء پر بے حد دکھ پہنچا تھا.... وہ کنور سنتوش کمار راہ چلتی لڑکیوں کو اٹھالے جاتا تھا.... وہ کنور سنتوش کمار لڑکیوں کی تجارت کرتا تھا.... انہیں اُن کے اعزہ سے زبردستی چھڑاتا تھا.... اور پھر کالے کوسوں بھجوا کر فروخت کرادیتا تھا۔

محلات میں کھلبلی پڑگئی.... نقاب پوش ہوش میں آچکا تھا اور خود اپنے ہی پیروں سے چل کر مخصوص محل کی ڈیوڑھی تک آیا تھا۔ ہز ہائی نس راجہ تیج بھان جی اسی محل میں گوشہ نشین تھے.... دیوان ہی کے مشورے کی بناء پر اُسے یہاں لایا گیا تھا۔ اور اس وقت وہ ملاقات کے کمرے میں راجہ صاحب کے حکم کے منتظر تھے۔

کچھ دیر بعد اُن دونوں پہلوانوں نے راجہ کی آمد کی اطلاع دی جو اُس کے ساتھ اُسی مخصوص محل میں رہتے تھے۔

دوسرے ہی لمحے میں ایک مغربی طرز کا ہیجڑا کمرے میں داخل ہوا جس نے نارنجی اسکرٹ اور سفید بلاؤز پہن رکھا تھا۔ پنڈلیوں پر جسم کی رنگت سے مناسبت رکھنے والے اسٹاکنگ تھے اور پیروں میں ٹاپ ہیل جوتے.... کنور سنتوش کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ہیجڑوں ہی کے سے انداز میں چیخا۔ ''اے ہے.... نکالو ہتھکڑی میرے بچے کے ہاتھوں سے.... یہ کون نگوڑ مارا ہے

جس نے ہتھکڑیاں ڈالی ہیں.... کیوں رے دیوان صاحب.... تو خاموش کیوں ہے۔ اے بول ناحرام کے جنے۔"

"دیوان کا چہرہ حیرتوں کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔" سرکار یہ چھوٹے سرکار ہی نقاب پوش تھے۔"

"چل ہٹ! حرامی کے پلے۔" ہیجڑے نے کہا پھر فریدی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔" یہ کون ہے؟"

"انسپکٹر احمد کمال فریدی سرکار....!" دیوان نے بدستور ہاتھ جوڑے ہوئے کہا۔" مرکزی محکمہ سراغ رسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"کیوں بھیا.... تم نے کیوں میرے بچے کو باندھ رکھا ہے۔ چھوڑو جلدی ورنہ میں ریزیڈنٹ کو بلوالوں گی۔"

"ضرور بلوایئے۔" فریدی نے کہا اور پھر دیوان سے پوچھا۔" آپ کی تعریف....!"

"سس.... سرکار ہیں.... ہز ہائی نس نربدا...." دیوان نے کہا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

❁

حمید بڑے انہماک سے کہانی سن رہا تھا۔ فریدی سگار سلگانے کے لئے رکا۔

"تو کیا دیوان وغیرہ کو علم نہیں تھا کہ وہ ہیجڑوں کی سی زندگی بسر کر رہا ہے۔"

"ہرگز نہیں....!" فریدی سگار کا کش لے کر آہستہ آہستہ دھواں نکالتا ہوا بولا۔" وہ نہیں جانتے تھے۔ ارے یہ وہی راجہ تیج بھان ہے۔ شیروں کا مشہور شکاری جس نے کبھی مچان پر بیٹھ کر شکار نہیں کیا۔ درجنوں شیر مار ڈالے۔ بڑے جیوٹ کا آدمی تھا۔ ایک ماہر نشانہ باز.... اچانک اُس کی جنس بدلنے لگی.... اور وہ گوشہ نشین ہو گیا۔ اُن دونوں پہلوانوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ راجہ کی جنس بدل گئی ہے.... اگر سنتوش کا معاملہ نہ ہوتا تو وہ کبھی باہر نہ آتا.... بے حد چاہتا ہے اُسے۔"

"اب سنتوش کا کیا بنے گا۔"

"اُن لوگوں نے مجھ پر ریاستی رد اکسنے کی کوشش کی تھی.... لیکن پھر انہیں ریذیڈنٹ ہی کو

بلوانا پڑا۔ اُس نے کہہ دیا کہ وہ اس معاملے میں کچھ نہ کر سکے گا۔ برٹش انڈیا کی حکومت جانے۔ وہ بھی تو خار کھائے بیٹھا تھا کیونکہ دو تین اینگلو انڈین لڑکیاں بھی نربدا اسٹیٹ سے اٹھ چکی تھیں۔ بہر حال اُس کا پورا گروہ گرفتار ہو چکا ہے اور حکومت مشرق وسطیٰ کے اُن ممالک کی حکومتوں سے بھی گفت و شنید شروع کر چکی ہے جہاں جہاں اُس کا یہ گندہ بزنس چل رہا ہے۔"

"بیچاری سیما....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ "اب اُسے بھی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا....اور اُس کے شوہر کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"شوہر....!" فریدی نے حیرت سے کہا۔ "گھاس تو نہیں کھا گئے۔ ارے ڈفر وہ ایک چلتی ہوئی طوائف ہے۔ زیادہ تر بیرونی سیاحوں کے ساتھ بزنس کرتی ہے۔"

"جان سے مار دوں گا....!" حمید مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"کسے....؟"

"بمبینو کے منیجر کو۔ حرامزادے نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ ایک بہت بڑے سرمایہ دار کی بیوی ہے اور ایڈونچر کی شائق ہے۔ کوئی ایسی ویسی نہیں۔"

"بزنس ٹیکٹ....!" فریدی مسکرایا۔ "اس طرح وہ زیادہ پیسے کماتی ہے اور منیجر کو زیادہ کمیشن ملتا ہے۔"

"خیر سمجھوں گا اُس نطفہ خنزیر سے بھی۔" حمید بڑبڑایا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "آخر اُس سے سیما کو اٹھانے کی حماقت کیوں سرزد ہوئی تھی۔"

"وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اُس کے لئے اُسے چارہ بنا کر لے جا رہے ہو۔ لہٰذا مجھے اور زیادہ مرعوب کرنے کے لئے یہ حرکت کر بیٹھا تھا۔"

"لیکن وہ بیچارہ راجہ تیج بھان....لیکن بھلا بیچارہ کیوں....بتائیے اُسے بیچارہ کہیں گے یا بیچاری....میرے خیال سے تو یہ کہنا چاہئے۔" حمید نے کہا۔ اور پنسل اٹھا کر پیڈ پر لکھ دیا....

"بیچارُہ رِی"

تمام شد